دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ • پھلواری شریف پٹنہ

اپریل - مئی - جون 2023

ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو العزیز المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : رمضان المبارک — ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

ماہ : اپریل — جون ۲۰۲۳ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۳ ✦ شمارہ نمبر ۲

زرتعاون

فی شمارہ	:	-/50 روپے
سالانہ	:	-/200 روپے
سادہ ڈاک	:	-/250 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400 روپے
پاکستان وبنگلہ دیش	:	-/500 روپے
دیگر ممالک	:	-/25$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : 9835654330 -91+

منیجر "المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین ومقالات

• عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علمائے سلف......	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۶
• حضرت حسان بن ثابت انصاری ؓ کا مرثیۂ رسالت مآب...	مولانا طلحہ نعمت ندوی	۲۲
• ایران کا ایک علمی سفر (قسط:۱)	ڈاکٹر عارف نوشاہی	۲۹
• خیر التابعین حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ	سید محمد نیر رضوی	۴۶
• تقویٰ کی حقیقت	مولانا نور الحق رحمانی	۵۷
• خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔ایک جائزہ	ڈاکٹر قاضی عبد الوارث	۶۴

نقد وتبصرہ

• نقوشِ آگہی (مجموعہ مقالات ومکتوبات)	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۷۱

ادبیات

• قند پارسی : مدام از چشم جادو یت ز جانم رسم ورہ بادا	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادری ؒ	۷۴
• نعت شریف : یا شفیع المذنبیں بار گناہ لایا ہوں میں	ترجمۂ منظوم: مولانا محمد عاصم قادری	۷۶
• ابیاتِ یومِ عاشور : بیا بگری کہ عاشور است امروز	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۷۸
• غزل : بسایا ہے جنونِ شوق نے جب سے...	وارث ریاضی	۷۹
• **کوائف وحالات**	ادارہ	۸۰

لمعات

• ظفر حسنین

ذی الحجہ کا مہینہ سایہ فگن ہے۔ یہ مبارک مہینہ کئی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔اس کے شروع کے دس دن کی بہت فضیلت ہے۔جس طرح رمضان کی آخری دس راتیں فضیلت والی ہیں،اسی طرح ذی الحجہ کے شروع کے دس دن کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ان ایام میں خوب عبادت کرنی چاہئے۔ان ایام میں یوم عرفہ بھی ہے یعنی نو ذی الحجہ۔اس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔اس دن روزہ رکھنا بھی مسنون عمل ہے۔ذی الحجہ کے مہینہ میں اللہ تعالی نے عید الاضحی کی نماز واجب کی ہے،صاحب استطاعت پر قربانی واجب کی ہے۔جو لوگ مکہ تک جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان پر عمر میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے جو اسی مہینہ میں ادا کیا جاتا ہے۔مسلمانوں کے یہاں اس مہینے کی بڑی اہمیت ہے۔اس لئے اس مہینے کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر گزارنا چاہئے۔

....

ہندوستان میں عرصہ سے ایسی حرکتیں ہو رہی ہیں کہ مختلف مقامات پر بم اندازی کر کے عوام کو ہلاک اور زخمی کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کا نام لگا دیا جاتا ہے۔کبھی ٹرینوں میں،کبھی مقدس مقامات پر بم پھینک کر مسلمانوں کا نام لگا دیا جاتا ہے۔کبھی کسی مندر میں یا پوجا کی جگہوں پر گائے کا گوشت ڈال کر فضا کو مسموم کر دیا جاتا ہے۔الزام مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ممبئی اے ٹی ایس چیف جناب ہیمنت کرکرے نے ایک عرصہ پہلے ایسے ہی کیس میں اصل دہشت گردوں کو گرفت میں لیا تھا اور ان کی پلاننگ کا راز فاش کر دیا تھا۔پہلی مرتبہ سادھوی پرگیہ اور کرنل پروہت جیسے تخریب کاروں کے چہرے عوام کے سامنے آئے اور ان کو جیل رسید کیا گیا۔مگر بعد میں موجودہ حکومت کے دباؤ پر ان کو رہائی مل گئی۔ایسے تمام کام شرپسند عناصر پلاننگ کے ساتھ کرتے ہیں اور مسلمانوں پر الزام ڈال دیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں تازہ واقعہ یہ پیش آیا ہے کہ اتر پردیش کے بلند شہر کے ایک گاؤں میں ۳۱ رمئی کی رات میں کچھ شرپسند افراد نے چار مندروں میں مورتیوں کو توڑ پھوڑ کیا۔کسی میں ہنومان کے مجسمہ کو نقصان پہنچایا گیا،کسی میں شیولنگ توڑ دیا گیا،

کسی میں سائی کی مورتی کو ہتھوڑے مار کر برباد کیا گیا، کچھ مورتیوں کو کھیت میں پھینک دیا گیا۔ اس کی خبر آتے ہی صرف گاؤں میں ہی نہیں پورے صوبے میں شدید کشیدگی پیدا ہوگئی۔ فرقہ وارانہ ماحول گرم ہوگیا۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر اس طرح حملہ کرنا اور توڑ پھوڑ کرنا مسلمانوں کا کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر سب کا الزام مسلمانوں پر ہی لگتا ہے۔ وہ تو وہاں کے ایس ایس پی نے ایمانداری سے کام لے کر سی ٹی وی کے شواہد کے ذریعہ حقیقت کا پتہ لگا لیا۔ اس کے ماسٹر مائینڈ ہریش سمیت چار افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔ ایس ایس پی کا کہنا ہے کہ گاؤں کے ہی چار غیر مسلم نوجوانوں نے شراب کے نشہ میں یہ حرکت کی ہے۔

اگر کسی مسلم نے یہ کام کیا ہوتا تو اب تک اس کو دیش دروہی اور دہشت گرد کا خطاب مل چکا ہوتا اور تمام میڈیا والے آسمان سر پر اٹھا لیتے اور پڑوس کی خفیہ ایجنسیوں کا نام لیا جاچکا ہوتا۔ لیکن جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ کسی غیر مسلم کی حرکت ہے تو اس کو شراب کے نشہ میں کیا ہوا کام قرار دیا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شرپسند صرف مہرے ہیں، اصل ڈوری اوپر سے ہلائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد صرف فرقہ وارانہ جذبات ابھار کر ماحول کو تناؤ میں رکھنا ہے۔

اسی رمضان میں بہار شریف اور سہسرام میں رام نومی کے جلوس کے نام پر ماحول گرم کر کے یک طرفہ طور سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا گیا، شرپسندوں نے قدیم ادارہ مدرسہ عزیزیہ کے کچھ حصوں کو آگ لگا دی اور وہاں کا کتب خانہ جلا کر راکھ کردیا۔ اس کا سارا الزام مسلمانوں پر ڈال دیا گیا کہ انہوں نے ہی شروعات کی تھی۔ اسی طرح رام نومی کے موقع پر ۳۰؍مارچ کو منیر شریف میں شرپسند عناصر نے مقبرہ شاہ دولت منیری میں گھس کر امن وامان بگاڑنے کی مذموم کوشش کی اور جے شری رام کا نعرہ لگاتے ہوئے بڑی تعداد میں درگاہ شاہ دولت منیری میں داخل ہوگئے، مقبرے کے فصیل پر چڑھ کر علی الاعلان بھگوا جھنڈا نصب کیا۔ مجبور ہو کر خانقاہ منیر کے سجادہ نشیں جناب سید شاہ طارق عنایت اللہ فردوسی نے وزیر اعلیٰ بہار اور ضلع انتظامیہ سے شکایت کی اور شرپسندوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا پھر معاملہ ٹھنڈا ہوا۔

بجرنگ دل جیسی شرپسند اور تخریبی تنظیمیں ہی ایسے کام کرتی ہیں اور ان کا زور بڑھتا ہی جارہا ہے کیونکہ مرکزی حکومت کی سرپرستی ان کو حاصل ہے۔ ان کی شرپسندانہ حرکتوں کی وجہ سے کانگریس نے کرناٹک کے الیکشن میں اعلان کیا تھا کہ اگر وہ حکومت بنانے میں کامیاب ہوئی تو بجرنگ دل پر پابندی لگائے گی۔ دیکھیں کانگریس یہ وعدہ کب پورا کرتی ہے۔ کرناٹک میں کانگریس کی فتحیابی مسلمانوں کے متحد ہو کر کانگریس کو ووٹ دینے کی وجہ سے ہی ممکن ہوئی ہے، ورنہ مرکزی حکومت نے وہاں جس طرح مسلم مخالف کارڈ کھیل کر ہندو ووٹ کو اپنے حمایت میں لینے کی کوشش کی تھی اس سے کانگریس کا جیتنا بہت مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ سیکولر ہندو اور مسلمانوں کی طاقت سے ہی کانگریس کو فتح نصیب ہوئی اور فرقہ پرستوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ وہ ساری کوششوں کے بعد بھی ذلیل ورسوا ہوئے۔

……………………

ہندوستان کی سرزمین کسی ایک مذہب یا کسی ایک زبان یا کسی ایک تہذیب وثقافت کی سرزمین نہیں ہے۔ یہاں بہت سارے مذہب ہیں، نیز مختلف زبانیں ہیں اور تہذیب وثقافت بھی جدا جدا ہیں۔ ہر دھرم والوں کی الگ الگ تہذیب اور رسم ورواج ہے جس کو وہ مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسی لئے آزادی کے بعد یہاں کے دستور بنانے والوں نے اس کا لحاظ رکھا ہے۔ مذہبی وثقافتی آزادی کو بنیادی حقوق کی حیثیت دی ہے۔ مسلمانوں کے لئے پرسنل لاء، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر قبائلی لوگوں کو ان کے مذہب اور تہذیب وثقافت کے اعتبار سے حقوق دئے ہیں۔

عرصہ سے فرقہ پرست طاقتیں یونی فارم سول کوڈ کے ذریعہ ان حقوق کو غصب کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ لیکن مسلمان برابر اس کے سامنے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دیگر مذاہب والوں کا کلچر وتہذیب ان کے لئے محض رسم ورواج ہو مگر مسلمانوں کا پرسنل لاء ان کے لئے صرف رسم ورواج نہیں ہے بلکہ یہ ان کے دین کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان جو دین اسلام سے واقف ہے وہ پرسنل لاء کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ہے اور یکساں سول کوڈ کو کبھی قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یکساں سول کوڈ کا نفاذ دین میں مداخلت ہے جس کو مسلمان تسلیم نہیں کرسکتا۔

آج ۲۲واں لاء کمیشن لوگوں سے یونی فارم سول کوڈ کے بارے میں سوالات کررہا ہے اور ان کی رائے لے رہا ہے۔ اس کا جواب تو یہی دیا جائے گا کہ یونی فارم سول کوڈ ہمیں منظور نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے دین میں مداخلت ہے۔ یہ آئین ہند میں دئے گئے ہمارے دستوری حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اس لئے یہ ہمیں بالکل منظور نہیں ہے۔

ہماری تمام تنظیموں کو اس بارے میں غور وفکر کرکے کوئی متفقہ لائحہ عمل طئے کرنا چاہیے۔ کیونکہ حکومت کی نیت صحیح نہیں ہے۔ اس کو ۲۰۲۴ء کے الیکشن میں اپنے ووٹروں کو خوش کرنے کے لئے کوئی ایشو چاہئے اور کوئی ایشو اس کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے یونی فارم سول کوڈ کو ایشو بناکر فرقہ پرستوں کا ووٹ حاصل کرنا اور اس کے ذریعہ الیکشن جیتنا چاہتی ہے۔

یہ بھی ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کو ہم روڈ پر نہ لائیں۔ عوامی احتجاج اور جلسہ جلوس نہ کریں۔ اور فرقہ پرستوں کو ہندو مسلم منافرت بڑھانے کا موقع نہ دیں۔ اس لئے عوامی احتجاج سے بچتے ہوئے ہم مسلمانوں کے ذریعہ لاء کمیشن کو جواب بھیجیں اور اپنی رائے واضح کریں۔ یہ بھی ہونا چاہئے کہ دوسرے مذاہب والے جن کو یکساں سول کوڈ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے ہم لوگ ان سے ملیں اور پوری بات ان کے سامنے وضاحت سے رکھیں اور ان کو بھی اپنے ساتھ شامل کریں تاکہ تنہا مسلمانوں کا ٹکراؤ حکومت سے نہ ہو۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

سترہویں قسط

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد ایت اللہ قادری

ظہورنور: مصنفہ! مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ :

بہار کی سرزمین ان علماء ربانیین کے وجود سے معمور رہی ہے، جن کی جامع اور ہمہ جہت شخصیات ہر مکتب فکر میں مقبولیت کے ساتھ معتبر تسلیم کی گئی ہیں، ان نفوس قدسیہ میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا نام گرامی بھی شامل ہے، آپ کا تعلق مولانا سید سلیمان ندوی کے وطن ''دسنہ بہار'' کے ایک قریبی گاؤں '' گیلانی'' سے تھا، ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے، ۵/ جون ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔

ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، اس کے بعد درس نظامی کی ابتدائی درجات تک کی کتابیں ٹونک میں حضرت مولانا حکیم برکات احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور پھر دارالعلوم دیوبند میں درسیات کی تکمیل کی، ۱۹۲۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات میں استاد مقرر ہوئے، تعلیمی خدمات اور صدر شعبہ کی حیثیت سے شعبۂ مذکور کی سربراہی فرما کر ۱۹۴۹ء میں سبکدوش ہوئے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی شخصیت میں قدیم وجدید کا حسین امتیاز پایا جاتا تھا، ایک جدید عصری درسگاہ میں علمی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے علوم عصریہ اور ان کے جدید تقاضوں سے نہ صرف آشنا تھے؛ بلکہ جدید معلومات پر وسیع نگاہ بھی رکھتے تھے، اس کے ساتھ بوریا نشینوں کی صحبت نے انہیں اہل باطن اور صاحب حال بنا دیا تھا، وہ بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ اور تصوف کے ماہر ہونے کے ساتھ ایک خوش انداز خطیب، ایک بہترین معلم اور ایک منفرد اسلوب کے انشاء پرداز اور عمدہ قلم کار تھے، ذہانت وفطانت کے ساتھ باطن کی پاکیزگی، بے مثال تواضع، منکسر مزاجی، شخصیت کی سادگی اور

وسیع المشربی جیسے اوصاف سے ان کی شخصیت عبارت تھی، اپنے اکابر کے بعد اصاغر کو بھی حد درجہ اہمیت دیا کرتے تھے، بقول جدنا الکریم حضرت مولانا شاہ عون احمد قادریؒ ’’عجز و شکستگی کی ایسی مثال بہت کم ملے گی، یہی ان کے علوئے مرتبت کی دلیل ہے‘‘۔۔۔(حاشیہ نعمت کبری،ص: ۱۲)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ خصوصا تصوف کے حوالہ سے ایک مثالی شخصیت کے حامل تھے، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ سے ان کو بیعت حاصل تھی، حیدر آباد کے مشائخ سے بھی استرشاد کیا تھا، خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں سے ان کے قدیم روابط تھے، حضرت بدرالکاملین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ اور حضرت محی الملۃ مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ کے بڑے معتقد تھے اور ان حضرات سے نیازمندی بھی رکھتے تھے، حضرت امیر شریعت اول قدس سرہ سے بطور مکاتبت استفادہ بھی کرتے تھے، حزب البحر کی اجازت حضرت امیر شریعت اول قدس سرہ سے پائی تھی، جس پر انہیں فخر بھی تھا، مولانا گیلانیؒ نے حضرت اقدس مولانا شاہ محمد بدرالدین قادریؒ سے اپنے نیاز مندانہ تعلقات اور اپنی اولین ملاقات کی جو روداد رقم کی ہے، وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے:

’’حیدر آبادی سمجھئے یا بہاری حضرت والا کا ایک دور افتادہ نیازمند خاکسار مناظر احسن گیلانی بھی تھا سن یاد نہ رہا، تاہم آج سے تیس یا بتیس سال پہلے کی بات ہے، مولوی محمد فاروق صاحب منیری ڈپٹی مجسٹریٹ کے ساتھ اپنی چچازاد ہمشیرہ کے عقد کا وکیل بن کر خاکسار پہلی دفعہ پھلواری شریف حاضر ہوا تھا، یہ رمضان کا مہینہ تھا، مغرب سے پہلے سفالین طشتریوں میں دیکھا کہ مسجد میں گھونگھنیاں مختلف لوگوں کے سامنے رکھ دی گئی ہیں، ان ہی طشتریوں میں ایک طشتری سیدی الامام مولانا شاہ بدرالدین سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ و امیر شریعت بہار کی بھی تھی، میرا جوانی کا زمانہ اس خشک افطار کو دیکھ کر دل افسردہ سا ہوگیا؛ مگر چارہ کار ہی کیا تھا، اسی عرصہ میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ محی الدین صاحب جو اس زمانہ میں خود بھی جوان تھے، تشریف لائے اور مجھے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گئے، وہاں افطار کا معقول انتظام تھا، ایسا انتظام جس سے میری افسردگی کا ازالہ ہوگیا، بس اسی نقطہ سے تعلقات کی ابتدا ہوئی، رات کو مولانا شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مہمان رہا، اسی شب میں حضرت مولانا شاہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت میں طلب فرما کر حزب البحر کی اجازت عطا فرمائی، ارشاد ہوا کہ تیرے یہاں کی چیز ہے‘‘ اشارہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی طرف تھا، جن کے خلیفہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے فقیر غلامی کی نسبت رکھتا ہے، حضرت مولانا شاہ بدرالدینؒ کو حزب البحر کے اس خاص طریقہ کی اجازت خاکسار کے دادا پیر حاجی امداد اللہؒ سے ملی تھی، خاکسار اسی کے بعد حیدر آباد آگیا، حضرت مولانا شاہ بدرالدینؒ کے وفات کی خبر دکن ہی میں ملی، سخت قلق ہوا، تعطیل کا زمانہ قریب تھا، اخباروں اور خطوط سے معلوم ہوا کہ مولانا شاہ محی الدین کا انتخاب امارت کے عہدے پر ہوا ہے، سیدھا حیدر آباد سے بجائے وطن گیلانی جانے کے پھلواری

پہنچا اور اپنے صوبے کے شرعی امیر کے ہاتھ پر فقیر نے بیعت کی، بیعت سے پہلے بطور ایک اجنبی مسافر کے حقیرسی نذر بھی مولانا محی الدینؒ کی خدمت میں فقیر نے پیش کی تھی، مریدوں کا مجمع تھا، شروع میں پتا نہ چلا؛ لیکن فوراً متنبہ ہو گئے، پہچان لیا اور بولے کہ ''تم اور نذر'' مگر میرے اصرار پر قبول فرمالی گئی، پھر کبھی کبھی حاضری کی سعادت وقتاً فوقتاً حاصل ہوتی رہی''۔۔۔(حیات محی الملۃ والدین حاشیہ ص: ۱۸۷)

مولانا گیلانیؒ نے جس عمیق نگاہ سے خانقاہ مجیبیہ کا مطالعہ کیا، اس کی حقیقت کو سمجھا اور جو کچھ خانوادۂ حضرت پیر مجیبؒ کے تعلق سے تحریر فرمایا، وہ بقول مولانا حکیم شعیب صاحب علیہ الرحمۃ ''ان کی نگاہ نکتہ رس کا آئینہ دار ہے'' ان کی تحریروں کے آئینے میں خانقاہ مجیبیہ کا مکمل تعارف تحقیقی طور پر پیش کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی مطبوعات میں ''اعیان وطن''، ''حیات محی الملۃ'' اور ''نعمت کبری'' قابل ذکر کتابیں ہیں، جن پر مولانا گیلانیؒ کے گراں قدر مقدمات تحریر ہیں، خالی المکرم حضرت مولانا سید شاہ بدر احمد مجیبی مدظلہ العالی حضرت مولانا گیلانی رحمہ اللہ کے ان مقدمات کو ترتیب دے رہے ہیں، ان شاء اللہ تعالی عنقریب ہی حضرت مدظلہ کی مرتبہ تصنیف منصۂ شہود پر آنے والی ہے، جس سے حلقۂ علم وادب میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں متنوع موضوعات پر متعدد کتابیں، درجنوں چھوٹے بڑے مضامین ومقالات ان کی علمی باقیات ہیں، قرآن وحدیث کے بعد خصوصاً تصوف کے حوالے سے ابن عربی پر ان کا مطالعہ نہایت اہم ہے، ابن عربی کے وہ خاص معتقد تھے، اس طرح مولانائے رومی کی مثنوی معنوی کے مطالعات بھی اس سلسلہ میں اہمیت کے حامل ہیں، ''مقالات احسانی'' میں مذکورہ تمام چیزیں مطالعہ کی جاسکتی ہیں، ان کی کتابوں میں سیرت ابوذر غفاری، کائنات روحانی، تدوین قرآن، تدوین حدیث، نظام تعلیم وتربیت، امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، اسلامی معاشیات، تفسیر سورۂ کہف، الدین القیم، النبی الخاتم اور ظہور نور اہم ترین کتابیں ہیں، جن کے شگفتہ اسلوب اور تحقیقی نہج نے مولانا گیلانی رحمہ اللہ کو عمدہ نویسندوں میں شامل کرایا۔

موضوع تحریر کے تحت سطور ذیل میں ''ظہور نور'' کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اردو میں جتنی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں، اس میلاد نامہ کا انداز ان میں جداگانہ ہے، اسلوب رواں دواں اور سلیس ہے، بے جا تطویل سے احتراز کیا گیا ہے، کتاب کی پیش کش کا انداز بھی بہت بہترین ہے۔ اس میلاد نامہ کے تین نام ہیں:

(۱) میلادی مکاشفات

(۲) ظہور نور صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) نیا میلاد نامہ

آخرالذکر نام اس کتاب کی ندرت و غرابت کی وجہ سے ہی رکھا گیا ہے، اس میلاد نامہ کی طرز نگارش سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ نیا میلاد نامہ ہے۔ باقی میلادی مکاشفات اور ظہور نور سے بھی کتاب کی اہمیت اور عدیم المثالی کا بخوبی احساس ہوتا ہے۔ یہ کتاب شمس الاسلام پریس چھتہ بازار حیدرآباد سے پہلی بار ایک ہزار کی تعداد میں چھپی ہے۔ ناشر اسلامی پبلیکیشنز سوسائٹی حیدرآباد دکن ہے، تاریخ طباعت میں ''ربیع المنور ۱۳۷۳ھ'' مرقوم ہے، اس میں پیش لفظ سوسائٹی کے صدر محترم پروفیسر محمد رحیم الدین ایم اے وظیفہ یاب پرنسپل عثمانیہ کالج ورنگل کے قلم سے ہے، انہوں نے تصنیف اور صاحب تصنیف کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں آپ خود ہی ملاحظہ کریں:

''پیش نظر کتاب ظہور نور کی نسبت کسی خیال کا اظہار لایعنی امر ہوگا، علامہ مناظر احسن صاحب گیلانی کی ذات بابرکات سے دنیائے اسلام میں کون واقف نہیں؟ ان کے علمی تبحر کے سب قائل ہیں اور ہندوستان ہی کیا بلکہ جملہ ممالک اسلامیہ کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار ہے۔ میں نے جو ممدوح کو دیکھا تو فقط اہل علم کی حیثیت سے نہیں دیکھا بلکہ صاحب دل کی کیفیت بھی پائی۔ ''نور'' کا ظہور خود حضرت کی آنکھوں، باتوں، تقریروں، تحریروں اور تصنیفوں کے ذریعے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ کی طرز تحریر اتنی ہی دلکش ہے جتنا کہ آپ کا طرز مخاطبت۔ آپ سرزمین ہندوستان کے مغتنمات سے ہیں۔ آپ کی کتاب سے سوسائٹی کی مطبوعات کا آغاز ہمارے لئے باعث فخر ومباہات ہے''۔

پروفیسر صاحب اس میلاد نامہ کے پڑھنے کے آداب بتاتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''اس ''نور'' والی کتاب سے حقیقی طور پر استفادہ کرنا ہو تو اس کو ایک نہیں بلکہ بار بار پڑھنا چاہئے، تنہا پڑھنا چاہئے اور اوروں کو پڑھ کر سنانا چاہئے جو واقعات بیان فرمائے گئے ہیں ان کا تصور آنکھوں کے سامنے ہو اور اس کا اثر دل کی گہرائیوں میں، اپنے آپ کو دربار رسالت میں حاضر سمجھا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان وعمل سے رب اعلیٰ کی جو داستان حکمت منکشف ہوتی ہے اس کو موجودہ دنیا کے مختلف شعبہ جات سے منطبق کرنے کی فکر کی جائے تو وہ انوار کا ظہور ہوگا جس سے بہرہ اندوزی اللہ کرے ہر مسلمان کو نصیب ہو''۔

پیش لفظ کے بعد ایک صفحہ میں دعائے خلیل (رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ ......مع ترجمہ) اور نوید مسیحا (وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ ......مع ترجمہ) اور دو صفحے میں شاعر دربار رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدہ (واحسن منك لم ترقط عيني) کے تین اشعار مع ترجمہ اور مشہور شاعر وادیب مولانا ماہر القادری صاحب کی لکھی ہوئی نعت شریف مکتوب ہے۔ اسی طرح کتاب کے آخری صفحات میں بھی کئی نعتیں شامل کتاب ہیں، گویا جس طرح لفافے سے مضمون کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح اس کتاب کے ماقبل ومابعد کو دیکھ کر قاری کو محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر اہم اور مفید ہے اور کتنی عقیدت ومحبت اور عشق و وارفتگی میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔

دیباچہ میں میلاد نامہ کے ثبوت اور اس کے جواز پر مختصر مگر نہایت جامع اور بصیرت افروز تحریر پیش کی گئی ہے، جس میں مانعین ومعترضین کو بتایا گیا ہے کہ میلاد نامہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ قرآن کریم کا ایک حصہ ہے، کیونکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالی نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر خیر فرمایا ہے، دیباچہ کا ابتدائی پیراگراف ملاحظہ کریں:

''دنیا کے یہودی اور عیسائی اپنے اپنے دین کا پیغمبر جن بزرگوں کو مانتے ہیں یعنی حضرت موسی وعیسی علیہما السلام ان دونوں اولو العزم جلیل القدر پیغمبروں کے ''میلاد نامے'' کافی تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کی آسمانی کتاب ''القرآن الحکیم'' کے جز بنا دئے گئے ہیں۔قرآن کی تلاوت کرنے والا ہر مسلمان ان ''قرآنی میلاد ناموں'' کی تلاوت کی بھی سعادت حاصل کرتا رہتا ہے۔اسی بنیاد پر بعض روشن ضمیر بزرگوں کا یہ قول مستحق توجہ ہے کہ قرآن کے بعد آسمان سے کسی نئی کتاب کے اترنے کی راہ اگر کھلی رہتی تو کچھ تعجب نہ ہوتا اگر اس میں خاتم النبیین امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''میلاد نامہ'' کو بھی جز بنا دیا جاتا۔فقیر کا تو ذاتی خیال یہی ہے کہ خود قرآن ہی کی بعض سورتوں ''والضحی'' اور ''الم نشرح'' کے مشتملات ومضامین پر اگر غور کیا جائے تو ان سورتوں کے اجمالی الفاظ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''میلاد نامہ'' کے اساسی واقعات کو پانے والے چاہیں تو پا سکتے ہیں''۔

البتہ میلاد میں جو بدعنوانیاں در آئی ہیں، ان کے وہ بھی خلاف نظر آتے ہیں، انہوں نے ان کی اصلاح کی سخت ضرورت محسوس کی ہے، جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن جیسے نماز جیسی عبادت مقصودہ بھی کبھی نمازی کو ویل (لعنت وملامت) کی مستحق بنا دیتی ہے، مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے طویل دور اور دنیا کے ان عریض وطویل رقبوں میں جن میں وہ پھیلے ہوئے ہیں ''میلادی مذاکرہ'' میں ایسی ناشائستہ اور غیر پسندیدہ چیزوں کو شریک کرتے رہے، جن کی وجہ سے بعضوں کو اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کچھ دنوں سے بجائے ''کتابی میلاد'' کے تقریری میلادوں کا سلسلہ جو شروع ہوا ہے، وہ اپنی افادیت کے لحاظ سے گذشتہ طریقوں کے مقابلہ میں مستحق ستائش ہے''۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تقریری میلاد بھی قابل تحسین ہے، مگر چونکہ واعظین ومقررین حضرات اپنی سحر البیانی اور بیان کی جولانی میں میلادی روایات کو ترک کر دیتے ہیں، ان کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے ہیں، مولانا موصوف اس کی گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ ''میلاد'' کی مجلسوں کے نام سے جو جلسے آج کل منعقد ہوتے ہیں اور کرنے والے جو تقریریں ان میں کرتے ہیں، ان میں بجز میلاد مبارک کے ہر چیز کا ذکر کیا جاتا ہے، عموماً اس زمانہ کے خطبا ومقررین میلادی روایات سے گریز کرنے کے عادی ہو گئے ہیں، بظاہر اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ سننے والوں کی عمومیت شعوری و

غیر شعوری طور پر اتنی خوش اعتقاد نہیں رہی ہے، جتنی مسلمانوں کی گذشتہ نسلیں تھیں ''میلادی روایتوں'' کی واقعی نوعیت کیا ہے؟ زیادہ تر اسی کے عدم منقح ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ مولوی بے چارے ان روایتوں کو ان حدیثوں کے معیار پر جانچنا چاہتے ہیں، جن سے مسلمانوں کی دینی زندگی کے احکام وقوانین پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح واقعات جن کا تعلق عالم شہادت سے ہے یعنی حواس پنجگانہ سے جو جانے جاتے ہیں، ان میں اور خواب وبیداری کے خصوصی مکاشفات میں عوام فرق نہیں کرتے''۔

بنیادی طور پر اس کتاب کے دو حصے ہیں، صفحہ ۵ تا ۱۹ مکاشفات کی تحقیق وتنقیح اور ان کے وجود وثبوت پر قرآن کریم و احادیث مبارکہ سے دلائل پیش کیے گئے ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں تیس میلادی مکاشفات نہایت مستند ومدلل طریقے سے حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

مکاشفہ یعنی کسی امر کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کے احوال سے واقف ہو جانا، مکاشفہ کبھی بذریعہ خواب ہوتا ہے اور کبھی عالم بیداری میں، حضرت مصنف نے دونوں طریقے کتاب وسنت سے واضح کر کے دکھائے ہیں، مثلا: حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب جو انہوں نے بچپن میں دیکھا تھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے ان کو سجدہ کر رہے ہیں، جیل خانہ میں ایک مجرم کا خواب جس نے دیکھا تھا کہ اس کے سر پر روٹیاں ہیں اور پرندے ان کو اچک اچک کر لے جاتے ہیں، بادشاہ کا خواب کہ سات موٹی گائیں سامنے آئیں اور سات دبلی گائیں ان کو نگل گئیں، اسی کے ساتھ سات خشک اور سات ہرے خوشوں کو دیکھنا، یہ سب مکاشفات ہی تھے جن کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام، قیدی اور بادشاہ پر عرصہ پہلے ہی حالات منکشف کر دئے گئے تھے، پھر جنگ خندق کی کھدائی کے درمیان ایک چٹان سے روشنی نکلی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یمن کھولا گیا، دوسری بار روشنی نکلی تو فرمایا: مغرب اور شام کھولا گیا، تیسری بار روشنی نکلی تو فرمایا: مشرق کھولا گیا۔ یہ ایک مکاشفہ ہی تھا جو ایک زمانہ قبل ہی یمن، شام اور مغرب ومشرق کی فتح کی بشارت سے امت کو سرفراز کر دیا گیا۔ حضرت مصنف نے اپنی بات کو مدلل تر بنانے کے لئے بخاری کی یہ روایت بھی پیش کی ہے:

انی اریت الجنة فتناولت عنقودا ولو اصبته لاكلتم منه ما بقيت الدنيا.

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا اور ایک خوشہ انگور کا اس سے لینا چاہا، اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا باقی ہے تم اس سے کھاتے رہتے۔

واريت النار فلم ار منظرا انما اليوم قط افظع.

ترجمہ: اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی، آج سے زیادہ دہشت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو جو قیام قیامت اور حساب وکتاب کے بعد ہی جہنم میں

جائیں گے، ان ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں دیکھا۔ جو واقعہ مستقبل اور آنے والے زمانہ میں پیش آنے والا ہے اس کے مکاشفہ کی ایک شکل کے سوا اس مشاہدہ کو اور کیا سمجھا جائے، پھر یہی نہیں ''الجنۃ'' جس کی وسعت قرآن ہی کی رو سے آسمان وزمین کی وسعت کے جیسی ہے، اس کے لیے بھی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی دیوار میں جگہ نکل آئی اور جہنم کے لیے بھی مشاہدہ قطعی ہے، لیکن اس مشاہدہ کا تعلق علم وادراک کے عام ذرائع سے نہیں ہے، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ساری جانی پہچانی عام اور مشہور واقعات کو مانتے ہوئے ان مشاہدات ومکاشفات کے سننے سے لوگوں میں وسوسے کیوں پیدا ہوتے ہیں، جن کا ذکر خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی میلاد مبارک کے سلسلہ میں بیان کئے جاتے ہیں''۔

پھر ایک طویل بحث اور کثیر شواہد پیش کرنے کے بعد فیصلہ کن انداز میں اپنا موقف ظاہر کرتے ہیں:

''آخر مصر کے قحط کو ایک جابر بادشاہ اس کے وقوع سے پہلے اگر دیکھ سکتا ہے، ایک مجرم قیدی اپنے سولی پانے کا تماشا مدتوں قبل جیل خانہ کی بند کوٹھری میں بحالت خواب ملاحظہ کرسکتا ہے، حالانکہ نظام تکوینی میں نہ مصر کے قحط کو چنداں دخل ہے اور نہ ایک معمولی قیدی کے سولی پانے کا واقعہ عالم کے سمندر مواج میں ایک ہلکے بلبلے سے زیادہ وقعت رکھتا ہے، مگر ان واقعات کو قرآن کی شہادت ہے کہ وقوع سے پہلے دیکھا گیا۔ پھر کیا ہوا جب حمد سب قوموں کا (حجی نبی ۱۱/ ۷) آرہا تھا تو دو ہزار سال پہلے سینا کے جلالی پیغمبر نے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ روشن شریعت ہاتھ میں لیے ہوئے (استثناء باب ۳۳-۲) آتے ہوئے دیکھا۔ بے شک یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال بعد یوں ظہور پذیر ہوا کہ آنحضرت ﷺ دس ہزار صحابہ کی جھرمٹ میں مکہ معظمہ کے گلیوں میں داخل ہوئے۔ اور اسی واقعہ کی ایک غیبی تجلی تھی جس کا عکس قلب موسوی پر دو ہزار برس پیشتر ہی چمک اٹھا تھا۔

یسعیا نبی فلسطین میں صدیوں پیشتر اعلان کرنے لگے:

''حکم پر حکم قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں ہوگا'' (۲۸/ ۱۳) ہوا تو یہ سات آٹھ سو برس بعد کہ قرآن مجید کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں نازل ہوا، لیکن دیکھا گیا بہت پہلے...... سلیمان کو اس قسم کا بلند از بس شیریں اور وہ سراپا ''محمد'' (ستودہ صفات) نظر آیا۔ داؤد نے اس کے دہنے ہاتھ کے ہیبت ناک کام (زبور باب ۴۵) ما رمیت اذ رمیت کے تماشے حجی نبی نے سب قوموں کو ہلتے ہوئے (باب ۲/ ۱۳) اپنے اپنے عہد پاک میں دیکھا۔

ان لوگوں نے تو اس وقت دیکھا جب کہ وہ اس عالم سے دور تھا لیکن جوں جوں وہ موج اعظم غیب کے پردوں کو چاک کرتی ہوئی نقاب پر نقاب الٹتی ہوئی عبد المطلب کے صلب مبارک تک پہنچ گئی اور وہاں سے حضرت عبد اللہ اور عبد اللہ سے حضرت آمنہ تک منتقل ہوئی تو کیا ہونا چاہیے تھا''۔

میلادی روایات پر اطمینان خاطر نہ ہونے کے سبب بعض لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ میلاد سے متعلق ماضی کے اکثر واقعات ضعیف اور من گھڑت ہیں، بنابریں وہ نہ صرف ان روایات کا بلکہ خود میلاد ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں، ایسے لوگوں کی ذہن سازی کے لیے حضرت مصنف رقم طراز ہیں:

''میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمانوں کو ہر سچی جھوٹی روایت پر ایمان لے آنا چاہیے۔محدثین نے تنقید روایات کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان سے لاپروائی اختیار کر کے میرا قطعاً مدعا یہ نہیں ہے کہ دیوانے جو کچھ پھیلاتے رہیں اسے ابلہوں کا طبقہ بلا چون و چرا مانتا چلا جائے،لیکن حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضرور رہے،حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں، اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے،لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں، پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں انہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے، کیونکہ میلادی روایتوں سے نہ عقیدہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے...... یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے، حالانکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانہ کی بلکہ زمانۂ حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں یقین کیجیے کہ یکایک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے گا...... الحاصل میرے نزدیک وہ میلاد مبارک ایسے تاریخی واقعات جن کا کشف وشہود بعض نفوس کو ہوا زیادہ سے زیادہ عام تاریخی روایات کے جانچنے کے جو قدرتی ذرائع ہیں انہی کے معیار پر جانچ لینے کے بعد میں تو نہیں سمجھتا کہ ان کے بیان کرنے سے لوگ خواہ مخواہ ہچکچائیں۔ان مکاشفات ومشاہدات کے سننے سے واقعات جو کسی زمانہ میں پیش آئے تھے ان کا علم ہوتا ہے، دل کی روشنی بڑھتی ہے، ایمان شاداب ہوتا ہے اور آج بھی روحانی بصیرت رکھنے والے جن چیزوں کو پاتے ہیں ان کی توثیق وتصدیق ان روایات سے ہوتی ہے''۔

اب یکے بعد دیگرے میلادی مکاشفات کا نمبروار اور تفصیلی بیان شروع کرتے ہیں، یوں تو کتب ورسائل میلاد میں عام طور پر ان چیزوں کا ذکر ملتا ہے، مگر جو طریقۂ بیان حضرت مصنف نے اپنایا ہے وہ ممتاز ومنفرد ہے، بعض چیزیں اس میلاد نامہ میں وہ ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتی ہیں، یہاں بطور اختصار ان مکاشفات کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

(۱) شجری رویا: حضرت عبد المطلب کا وہ خواب جو حطیم کعبہ میں انہوں نے دیکھا تھا کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا اور آسمانوں کو چھولیا، اس کی شاخیں مشرق ومغرب کو پھیل گئیں، اس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ تھی، سارا عرب وعجم اس درخت کے سامنے جھک گئے...... ایک کاہنہ سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو بتایا کہ عبد المطلب کی پشت سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو مشرق ومغرب کا مالک ہوگا اور دنیا اس کے آگے جھک جائے گی۔

(۲) دوسرا خواب: حضرت عبد المطلب نے دوسرا خواب یہ دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک نقرئی زنجیر نکلی جس

کاایک کنارہ آسمان کی طرف چلا گیا اور دوسرا سرا زمین تک اور اسی زنجیر سے دو شاخین پھوٹیں جو مشرق ومغرب کے کناروں تک پھیل گئیں، اس کے بعد وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں بدل گئی، اس درخت کے ہر پتے پر روشنی تھی اور مشرق ومغرب کے لوگ اس میں لٹک رہے تھے۔

(۳) ناک کے قیافہ سے شناخت : ایک یہودی جوتشی نے حضرت عبدالمطلب کی ناک کو دیکھ کر کہا تھا کہ آپ کے ایک نتھنے میں نبوت ہے اور دوسرے میں بادشاہت ہے، جوتشی کی پیشین گوئی اس طرح ثابت ہوئی کہ حضورا کرم ﷺ سے نبوت ظاہر ہوئی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نسل میں سلطنت کا دور دورہ ہوا۔

(۴) حجاب پدری کے آثار : یعنی جب حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت عبدالمطلب سے منتقل ہو کر حضرت عبداللہ کی پشت میں جلوہ گر ہوا تو ایک بیراگن جو یہودن تھی (اس کا نام بعض نے فاطمہ بنت مر، بعض نے لیلیٰ عدویہ اور بعض نے قتیلہ یا رقیقہ بتایا ہے) اس نے حضرت عبداللہ میں یکا یک ایک روشنی کا مشاہدہ کیا اور بڑھ کر ان سے ملی، اس نے ارادہ ظاہر کیا کہ حضرت عبداللہ اس نور کو اس تک منتقل کر دیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا، جب آپ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا اور آپ دوبارہ اسی بیراگن کے پاس سے گذرے تو اس نے آپ سے ایک بات بھی نہ پوچھی۔

(۵) دوسری روایت : ایک دوسری روایت کے مطابق بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کی کچھ عورتیں جن کو حضرت عبداللہ کے اس حال کا مکاشفہ ہو گیا تھا حضرت عبداللہ سے شادی کی متمنی تھیں، لیکن جب ان کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا تو وہ عورتیں عمر بھر پچھتاتی رہیں اور اسی غم والم میں انہوں نے شادی نہیں کی، یہاں تک کہ وہ کنواری ہی مر گئیں۔

اس روایت کے متعلق حضرت مصنف لکھتے ہیں:

> ''زرقانی نے ابن عباس سے ''رُوی'' کے لفظ سے اس کو نقل کیا ہے، لیکن یہ روایت کس کتاب کی ہے، اس کا حوالہ درج نہیں اور نہ مجھے اب تک اس کا پتہ چلا ہے، غالباً یہ عورتیں عرب کی جوگنیں (کاہنات) تھیں، جن سے غیر معمولی باتوں کا علم کسی نہ کسی رنگ میں ہو جاتا تھا۔
>
> بہر حال اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ عورتیں علم کہانت سے شاید کچھ تعلق رکھتی تھیں، ورنہ عام طور پر تمام عورتوں کا اس سے مطلع ہونا اور ٹھیک شب حمل میں قریش کی ساری عورتوں کا آتش رشک وحسد میں جل کر بیمار ہونا ثابت نہیں اور نہ تاریخی لحاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے''۔

اب یہاں سے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ معظمہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکاشفات کا ذکر ہوتا ہے، جو انہوں نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا تھا، اس کا عنوان ''آخری حجاب مادری'' ہے، زیادہ تر مکاشفات اسی عنوان کے تحت درج ہیں۔

(۶) امت کے سر دار کی بشارت: حضرت آمنہ جب حاملہ ہوئیں تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے: اے آمنہ! تو اس امت کے سر دار کی حاملہ ہوئی۔

(۷) آثار حمل کا عدم احساس : دوران حمل حضرت آمنہ کو حمل کا بالکل پتہ نہ چلا، نہ کبھی گرانی محسوس ہوئی اور نہ کچھ اثرات دیکھے گئے، البتہ جب حیض کا خون منقطع ہوتے ہوئے دیکھا، تب انہوں نے سمجھا کہ وہ حاملہ ہیں۔

(۸) سارے بنی آدم کے سر دار کی بشارت : حضرت آمنہ کو خواب میں کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: تو سارے بنی آدم کے سر دار سے حاملہ ہوئی۔

(۹) قریش کے حیوانات کا ایک دوسرے کو مژدہ : حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس رات کو رسول اللہ ﷺ سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں تو قریش کے مویشیوں، چوپایوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ قسم ہے رب کعبہ کی آج رات دنیا کا سر دار اور زمانہ کا چراغ اپنی ماں کے شکم میں جلوہ افروز ہو چکا ہے۔

(۱۰) چرند و پرند اور درندوں کا ایک دوسرے کو مژدہ : مذکورہ روایت میں یہ مکاشفہ بھی درج ہے کہ بیابانوں کے درندے، چرند و پرند ادھر سے اُدھر بھاگے پھرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو خوش خبری سناتے تھے۔

(۱۱) سلاطین پچھاڑے گئے : بعضوں کو عالم غیب میں یہ بھی محسوس ہوا کہ سلاطین دنیا کے سرنگوں ہو گئے، حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اس وقت مجھ سے ایک نور نکلا اور رومیوں کے جو قلعے بصریٰ میں تھے، وہ میرے سامنے آگئے۔

(۱۲) حضرت مسیح کی بشارت کا اعادہ : یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کی آمد کی بشارت سے دنیا والوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے لوگو! میں تمہیں اپنے بعد ایک رسول کے تشریف لانے کی خوش خبری سناتا ہوں، جس کا نام احمد ہوگا، نیز حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا: توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے، چنانچہ اس بشارت کا اعادہ اس طرح ہوا کہ ایام حمل کے ہر مہینہ میں پکارنے والا یہ پکارتا تھا: مبارک ہو کہ ابو القاسم محمد ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آگیا۔

(۱۳) اسم مبارک کی بشارت : جب ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت آمنہ نے پھر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا: اے عورت! کہہ کہ میں اس بچہ کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر حاسد سے بچاتی ہوں اور دیکھ اس کا نام محمد رکھنا۔

(۱۴) صوتی مکاشفہ : یعنی جب ولادت کی کیفیات شروع ہوئیں تو غیب کی ایک زوردار آواز سنائی دی اور غیبی حجابات اٹھا دیئے گئے، پھر جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اس کا مشاہدہ ہونے لگا۔

(۱۵) طیری مکاشفہ : یعنی سفید پرندے کا اپنے بازو سے حضرت آمنہ کے دل کو سہلانا، جس سے ان کا خوف جاتا رہا، بلکہ اس سے ولادت کی بے چینی بھی زائل ہوگئی۔

(۱۶) شربت کا مکاشفہ : وقت ولادت حضرت آمنہ کو شربت کا ایک گلاس پیش کیا گیا، جس کا رنگ بالکل سفید تھا، برف سے ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

(۱۷) غیبی عورتوں کا مشاہدہ : یعنی وقت ولادت حضور ﷺ کی خدمت کے لیے حوران بہشت اور جنتی عورتوں کا حاضر ہونا۔

(۱۸) نقیب کی آوازوں کا مکاشفہ : حضرت آمنہ نے دیکھا کہ سفید ریشم کی ایک چادر آسمان و زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والے نے پکارا کہ لوگوں کی نگاہوں سے اسے چھپاؤ، اس کے بعد کچھ فضا میں ادھر ادھر کھڑے ہو گئے، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے تھے۔

(۱۹) مثالی ہستیوں کا مکاشفہ : حضرت آمنہ کو چند مثالی صورتیں نظر آئیں، چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک جھنڈ سامنے اڑتا ہوا آرہا ہے، ان پرندوں کے چونچ زمرد کے مانند اور بازو یاقوتی معلوم ہوتے ہیں۔

(۲۰) جھنڈوں کا مکاشفہ : جب حضرت آمنہ کی کشفی حالت میں ترقی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے بھی پردہ ہٹادیا اور دنیا کے مشرقی و مغربی ممالک یکایک ان کی نگاہوں کے سامنے ہو گئے، چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ ایک جھنڈا مشرق کی بلندیوں پر لہرارہا تھا، دوسرا مغرب کی بلندی پر اور تیسرا خانۂ کعبہ کی چھت پر، پھر ان کے شکم میں حرکت ہوئی اور ان کی نگاہوں نے دیکھا کہ جس کے لیے عالم تکوین حرکت میں آیا تھا، جس کے لیے سب کچھ بنایا، سجایا اور سنوارا گیا تھا یعنی باعث ایجاد عالم فخر کون و مکاں سلطان دو جہاں حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے رب کے حضور پیشانی ٹیکے انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔

(۲۱) فاطمہ بنت عبداللہ کا مکاشفہ : حضرت آمنہ کے مکاشفات کے درمیان حضرت مصنف نے ایک اور مکاشفہ کا ذکر فرمایا ہے، خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

> ''انوار کی جھڑی بندھی ہوئی تھی، علویات اپنے مرکز کو شہادت میں پا کر اسی طرف کھنچے چلے آتے تھے، سیدہ آمنہ تو جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ دیکھ ہی رہی تھیں، لیکن زچہ خانہ کی ایک عورت جس کا نام فاطمہ بنت عبداللہ تھا اور جو عثمان بن عاص ؓ کی والدہ تھیں، آخر ان پر بھی مکاشفہ کی حالت طاری ہوئی، وہ عالم غیب کے اجرام نورانی کو دیکھ کر فرماتی ہیں:
>
> ''میں نے دیکھا کہ سارا گھر روشنی سے بھر گیا، میں نے یہ بھی دیکھا کہ تارے آسمانوں سے لٹکے چلے آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا گر پڑیں گے''۔ (حافظ ابوعمرو بن عبدالبر فی کنایۃ النساء منقول از روض الانف)
>
> صبح صادق کے وقت اگر چہ آسمان میں تارے کم رہ جاتے ہیں، لیکن کیا یہ کسی محدود عالم کے تارے تھے، یا کسی اور کرۂ غیبی کے لطائف تھے، جس نے دیکھا وہی اس کو بہتر جان سکتا ہے''۔

(۲۲) سفید ابر کا مکاشفہ : حضرت آمنہ پر ولادت مبارکہ کے بعد بھی مکاشفہ و اشراق کی حالت دیر تک قائم رہی، چنانچہ وضع حمل کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سفید ابر ظاہر ہوا اور اس نے حضور اکرم ﷺ کو چھپا لیا، پھر حضور ﷺ نگاہوں سے غائب ہو گئے، اس وقت ایک آواز آئی کہ ان کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ، دریاؤں میں لے جاؤ، تاکہ سب کو ان کا نام اور صورت معلوم ہو جائے۔ یہ کیفیت بہت جلد غائب ہو گئی، پھر حضور ﷺ سامنے آ گئے۔

اس غیبی ابر سفید کی تفصیل کے لیے بحوالہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مشہور اسلامی مؤرخ و محدث خطیب بغدادی کی ایک روایت بھی پیش کی گئی ہے:

’’حضرت آمنہ فرماتی ہیں: میں نے اس ابر کو دیکھا اس سے روشنی کے بقعے چھوٹ رہے ہیں اور اس کے اندر سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پرندوں کے بازوؤں کی پھڑ پھڑاہٹ اور لوگوں کی باہمی گفتگو کی گھنگھناہٹ کی آوازیں آ رہی تھیں، اتنے میں وہ بادل آپ پر چھا گیا اور حضور ﷺ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے‘‘۔

(۲۳) حریری چادر : حضرت آمنہ نے دیکھا کہ جب حضور اکرم ﷺ کو ساری دنیا کی سیر کرا دی گئی تو آپ ﷺ حریر کے ایک کپڑے میں نہایت احتیاط سے لپٹے ہوئے ہیں اور پانی کے کچھ قطرات اس سے ٹپک رہے ہیں۔

(۲۴) فتح عام کی بشارت : یعنی ایک آواز آئی کہ محمد (ﷺ) ساری دنیا پر چھا گئے، مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو ان کے قبضہ سے باہر ہو۔

(۲۵) ملکوتی غسل اور مہر نبوت کا مکاشفہ : اس مکاشفہ کے متعلق حضرت مصنف فرماتے ہیں:

’’سیدہ آمنہ کو ان مسلسل مشاہدات نے اب تک اتنی فرصت نہ دی کہ اپنے ایسے عظیم الشان بچہ کی پیاری صورت دیکھیں، فرماتی ہیں کہ:

اس کے بعد مجھے کچھ ہوش آیا اور میری نگاہ ان کے چہرہ پر پڑی، ایسا معلوم ہوا کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہے، ان سے ایسی خوشبو نکل رہی تھی کہ گویا مشک میں نہائے ہوئے ہیں، لیکن یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہا، پھر حجابات اٹھ گئے فرماتی ہیں:

’’پھر میں نے یکا یک دیکھا کہ تین آدمی چلے آ رہے ہیں‘‘۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زنانہ مکان کے ایک حجرہ میں یہ سارے مکاشفات ہو رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فضا ساری ان کے لیے کھلی ہوئی ہے، بہر حال فرماتی ہیں:

’’میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت ہے۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ایک رومال ہے۔ تیسرے نے اس رومال کو کھولا اس سے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک دمک سے مجھے کچھ چکا چوند لگ گئی، اس کے بعد انہوں نے غسل دیا اور اس انگوٹھی سے مونڈھے کے

درمیان مہر لگائی اور پھر اس انگوٹھی کو رومال میں باندھ کر اپنے بازو میں چھپالیا اور پھر مجھے دیدیا۔“

یہ لین دین کہاں ہو رہا تھا اور اس کا تعلق کس عالم سے تھا، جن پر گذری وہی جانے ورنہ یوں تو ظاہر ہے کہ سیدہ آمنہؓ نے اپنے متروکات میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی۔“

(۲۶) روشنی کا مکاشفہ : حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جس وقت حضور اکرم ﷺ اس جہان میں تشریف لائے، اس وقت ایک روشنی نکلی، جس سے مشرق ومغرب روشن ہو گئے اور ان کے درمیان جتنے مقامات ہیں، سب مجھ پر منکشف ہو گئے۔

(۲۷) قابلہ یادائی جنائی مکاشفہ : مشہور صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ جن کا نام شفا بنت عوف ہے، فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ میرے ہاتھ پر پیدا ہوئے، اسی حال میں یکایک حجابات اٹھ گئے اور میرے سامنے مشرق ومغرب کے تمام درمیانی علاقے آگئے، یہاں تک کہ مجھے شام کے بعض قلعے بھی نظر آئے۔ اس کے بعد یکایک مجھے کسی چیز نے ڈھانک لیا، جس سے میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوگئی اور کان میں آواز آرہی تھی، کوئی کسی سے کہہ رہا ہے کہ تم کہاں لے گئے تھے، جواب میں کہا گیا: مشرق کی طرف، پھر وہی غشی اور لرزے کی حالت طاری ہوئی اور وہ غائب ہو گئے، پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ کہاں لے گئے تھے؟ تو کہا کہ مغرب کی طرف۔

(۲۸) ایک یہودی جوتشی کا مکاشفہ : حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ سال کا تھا، اس وقت مجھے ایک آواز سنائی پڑی، باہر دیکھا تو ایک یہودی بلندی پر چڑھ کر کہہ رہا تھا: یہودیو! یہودیو! دوڑو! دوڑو! آج احمد کا ستارہ طلوع ہوگیا اور آج کی رات وہ پیدا ہوگیا۔

(۲۹) دوسرے یہودی جوتشی کا مکاشفہ : ایک یہودی کو حضور ﷺ کی ولادت کا مکاشفہ ہوا تو وہ حضرت عبدالمطلب کے گھر آکر حضور ﷺ کو دیکھنے کے بعد برملا پکار اٹھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی، یہ ایک دفعہ لوگوں پر چھا جائے گا، پھر اس کی خبر مشرق ومغرب ہر طرف سے آئے گی۔

(۳۰) قصر کسریٰ، بحیرہ ساوہ، آتش کدۂ ایران کے واقعات : جب حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب سے عالم شہادت میں نقاب افگن ہوئے تو قصر کسریٰ میں زلزلے پیدا ہوئے، اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، دریائے ساوہ خشک ہوگیا اور ایران کا آتش کدہ جو صدیوں سے روشن تھا یکایک بجھ گیا۔

ان واقعات کے بارے میں بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ یہ موضوع اور میلادیوں کی جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایتیں ہیں، حضرت مصنف ان روایتوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ بھی اکتساب کریں:

”یہ واقعات ان کتابوں میں درج ہیں جن کے مصنفین تیسری چوتھی صدی میں ایوان کسریٰ کے قریب بغداد میں رہتے تھے اور یہ واقعات مسلمانوں میں ابتداء سے مشہور تھے، اب اگر ایوان کسریٰ کے کنگرے نہیں گرے تھے تو یہ

اپنی عینی شہادتوں سے اس کو غلط ثابت کرسکتے تھے، علاوہ اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مثالی صورت میں حجی نبی نے تمام قوموں کو ہلتے دیکھا، جس کی تعبیر بعد کو نکلی، اسی طرح کسی نے دولت ایران کے زوال کو اس شکل میں دیکھا ہو۔

نیز کنگروں کا گر جانا، آگ کا بجھ جانا، دریاؤں کا خشک ہو جانا ایک معمولی سی بات ہے، دریائے ساوہ تو اس زمانے سے لے کر اس وقت تک حضر موت کے میدانوں میں خشک پڑا ہے۔ ایران کا آتش کدہ بھی قطعاً بجھ چکا ہے۔ طاق کسریٰ کے کنگرے بھی گر چکے ہیں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ آیا ان حادثات کا تعلق سرور کائنات ﷺ کی ولادت سے ہے یا روز مرہ پیش آنے والے حوادث کے سلسلے کی چیزیں تھیں، ہم اہل اسلام اس کو ولادت کے آثار بتاتے ہیں۔ ہمارے مورخین ایسا ہی خیال کرتے ہیں مخالف کو اختیار ہے کہ اس کے لیے کوئی دوسرا اسبب تراش لے۔ بہر حال منکر کو بھی ان واقعات کے انکار کی ضرورت نہیں۔ ہاں اسباب کے متعلق وہ بحث کرسکتا ہے اور ہر جگہ کرسکتا ہے، خود کائنات کے اس نظام کو ایمان والے حق سبحانہ تعالیٰ کی کارفرمائیوں کی جلوہ گاہ یقین کرتے ہیں، لیکن شکیوں کو اس میں بھی شک ہے، وہ سب کچھ مادہ کے مجہول لفظ سے نکلا ہوا مان کر مطمئن ہو چکے ہیں، ایسی باتوں کے جواب میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر"

اس صفحہ کا حاشیہ بھی پیش نظر ہے، جو بحیرہ ساوہ کی تحقیق پر اہم ہے:

"عرب کے جدید جغرافیائی اطلسوں میں اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، لیکن ہمارے یہاں کے عام شارحین حدیث وسیر بحیرۂ ساوہ کی نشاندہی فارس کے اس علاقہ میں کرتے ہیں جو ہمدان اور قم کے درمیان واقع ہے، کہتے ہیں کہ اسی علاقہ میں جہاں آج کل ساوہ نامی شہر آباد ہے، پہلے ایک دریا تھا جس میں کشتیاں چلتی تھیں، مگر عہد ولادت کے زمانہ میں وہ خشک ہو گیا اور اسی خشک جگہ پر اب شہر آباد ہے"۔۔۔(زرقانی، ص:۱۲۱)

۱۹۲۸ء میں حضرت مصنف کو حج وزیارت کی سعادت سے سرفرازی ہوئی تھی، روضۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر معروضۂ نیاز پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا، چنانچہ کتاب کے آخر میں "عرض احسن بآستانۂ نبوت کبریٰ علیٰ صاحبہا الف سلام وتحیۃ" کے عنوان سے معروضہ شائع ہوا ہے، چند اشعار حاضر خدمت ہیں:

ہر ایک سے ٹکرا کر ❁ ہر شغل سے گھبرا کر
ہر فعل سے شرما کر ❁ ہر کام سے پچھتا کر
آمد بدرت بنگر
اے خاتمِ پیغمبر

یاقاسم للکوثر ❁ اے سرور ہر سرور
وے رہبرِ ہر رہبر ❁ اے آنکہ توئی افسر
ہر کہتر وہر مہتر ❁ فی المبدء والمحشر
اے ہستی تو محور ❁ للاکبر والاصغر
اے طلعتِ تو مظہر ❁ للاول والآخر
اے رحم جہاں پرور ❁ آقائے کرم گستر
آمد بدرت بنگر

پھر مشہور ومعروف شاعر وادیب مولانا ماہر القادری کی طویل نظم بنام ’’ظہور قدسی‘‘ مندرج ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں ❁ ہوائیں خیر مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں
زمیں سے آسماں تک نور کی بارش ہی بارش ہے ❁ کسی کی بے نیازی آج سرگرم نوازش ہے
ستاروں کے کنول جلوہ فگن رنگین وسادہ ہیں ❁ فرشتے بہر استقبال ہر سو ایستادہ ہیں
وہ آئے جن کو ابراہیم کا نورِ نظر کہیے ❁ وہ آئے جن کو اسماعیل کا لخت جگر کہیے
وہ آئے جن کے آنے کو گلستاں کی سحر کہیے ❁ وہ آئے جن کو ختم الانبیاء خیر البشر کہیے
وہ آئے جن کے ہر نقش قدم کو رہنما کہیے ❁ وہ آئے جن کے ہر فرمانے کو فرمانِ خدا کہیے
وہ آئے جن کو رازِ کن فکاں کا پردہ در کہیے ❁ وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبر کہیے

اس کے بعد ہی شاعر مذکور کا مشہورِ زمانہ سلام مرقوم ہے، جو آج بھی زبان زدِ خاص وعام ہے:

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی ❁ سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے ❁ سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا ❁ سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر کہ تھا ’’الفقر فخری‘‘ جس کا سرمایہ ❁ سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ
سلام اس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی ❁ سلام اس پر کہ جس کی سنگ پاروں نے گواہی دی
درود اس پر کہ جس کا نام تسکین دل وجاں ہے ❁ درود اس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے ❁ درود اس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے

درود اس پر شب معراج کا دلہا جسے کہیے ۞ درود اس پر مکین گنبدِ خضریٰ جسے کہیے
درود اس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیے ۞ درود اس پر جسے شمع شبستانِ ازل کہیے
درود اس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہیے ۞ درود اس پر بہارِ گلشن عالم جسے کہیے
وہ جس کو ہادیٔ ''دع ماکدر، خذ ماصفا'' کہیے ۞ رسول مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
درود اس پر کہ جو ماہرؔ کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

مجموعی اعتبار سے یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد انداز کی کتاب ہے، جو عوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہے، اس میں قارئین کے قلبی ذوق کی تکمیل کی خاطر حضرت مصنف نے عمدہ سامان مہیا کر دیا ہے۔

—(جاری)

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

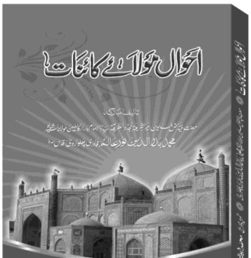

احوال مولائے کائنات

تالیف مبارکہ

حضرت فیاض المسلمین امیر الشریعۃ مجدد الطریقۃ سیدنا الامام بدر الکاملین مولانا شاہ سید
محمد بدر الدین نور عالم قادری پھلواروی م: ۱۳۴۳ھ

تحشیہ وتخریج : جناب حضور حضرت الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے حالات پر حضرت اقدس فیاض المسلمین قدس سرہٗ کی گرانقدر تحریر جس کی تخریج وحواشی جناب حضور حضرت الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے قلم سے ہے—اور حدیث ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کی صحت واستناد سے متعلق جناب حضور مدظلہ نے ایک تفصیلی جائزہ لیا ہے، جو ایک جامع مبسوط اور تحقیقی مقالہ کی شکل میں شامل کتاب ہے۔

دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 264 صفحات پر مشتمل یہ کتاب -/140 روپے میں دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کریں۔

رابطہ : +91-7250433562, 7903953313

حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کا

مرثیۂ رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام

● مولانا طلحہ نعمت ندوی — استھاواں، بہار شریف

المجیب کے گذشتہ کسی شمارہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے حالات شائع ہوئے تھے، مضمون کے مطالعہ سے قبل ذہن میں تھا کہ ان کے اشعار مراثی کے بھی اس میں درج ہوں گے لیکن اس میں اس کے صرف چند اشعار ہی درج تھے، اس لئے یہ خیال آیا کہ یہ اشعار جو حزن وغم کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ذات رسالت مآب سے گہری عقیدت ومحبت پر مبنی ہیں نذر قارئین کیا جائے، ان اشعار کے ترجمہ میں وہ معنویت کہاں سے آسکتی ہے جو اصل میں موجود ہے، خانقاہ مجیبیہ کے نامور فرزند حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے بہت سی عربی کی نعتوں کے ترجمے شائع ہوئے، کاش کہ اسی سدابہار قلم سے حضرت حسان کے دونوں مرثیوں کا ترجمہ بھی سامنے آسکتا، تاکہ اس کا کچھ حق ادا ہوتا۔ اس دور میں ان کے شاگرد رشید مولانا پروفیسر محسن عثمانی ندوی کا قلم بہت حد تک اس کمی کو پورا کرسکتا ہے۔ کاش کہ ان کے قلم سے اس کی ترجمانی منظر عام پر آسکے۔

حضرت حسان نے حضور پاک علیہ السلام کی وفات پر دو مرثیے کہے، دونوں میں حزن وغم کی ناقابل بیان کیفیت ہے، عشق ومحبت اور حزن وغم میں ڈوبے ہوئے یہ دونوں قصیدے آج بھی اپنے اندر عشق ومحبت اور فدائیت کی وہی تاثیر رکھتے ہیں جو روز اول میں تھی، قاری کے سامنے مدینہ کا پورا ماحول آجاتا ہے، ایسا لگتا کہ پورے مدینہ پر رنج وغم کی دبیز چادر تنی ہوئی ہے، یہ صرف ان کے ذاتی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے تاثرات ہیں، اور آج بھی عشق نبوی کی دبی ہوئی چنگاری کو شعلہ بنانے کے لئے ان کا مطالعہ مفید ہے۔ دو مرثیوں میں ایک دوسرے سے قدرے مختصر ہے، فراق یار کے بعد کسی عاشق کو نیند آجائے تو پھر اسے سچا عاشق کیوں کر کہا جائے، اس لئے پہلا قصیدہ بے خوابی کے شکوہ سے ہی شروع ہوتا ہے، ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں:

''آخر میری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ نیند غائب ہوگئی ہے، جیسے اسے آشوب چشم کے کا مرض ہوگیا ہو۔ یہ اس مرشد برحق

کے فراق کا غم اور اس کے ہجر کی بے کلی اور بے چینی ہے ، جومنوں مٹی تلے ہمیشہ کے لئے آسودۂ خواب ہوگیا ہے،
اے پاکیزہ ہستی جس کی ذات روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل ہے خدائے برتر کی رحمتوں کی آغوش میں
سوجا، کاش میں تجھ سے قبل بقیع کے قبرستان کی مٹی میں دبا دیا گیا ہوتا تو آج میرا پہلو تیرے جسم اطہر کو مٹی نہ لگنے دیتا"۔

دوسرا قصیدہ پہلے سے زیادہ طویل بھی ہے اور موثر بھی، اس لئے یہاں صرف دوسرے ہی قصیدہ کی ترجمانی پیش کی جارہی ہے۔ پہلے ایک ساتھ ترجمہ درج کرکے پھر اخیر میں متن درج کیا گیا ہے تاکہ اردو قارئین کے لئے استفادہ میں آسانی ہو، اس ترجمہ کا بڑا حصہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔

(۱) ارض طیبہ میں سرورکائنات علیہ السلام کے نقوش پا بھی ہیں اور آپ کا کاشانۂ نور بھی ، دنیا کے یہ نشانات ونقوش تو مدھم پڑ کر مٹ جائیں گے۔

(۲) لیکن اس حرم پاک کی وہ نشانیاں نہیں فنا ہوسکتیں جہاں اس ہادی برحق کا منبر بھی ہے جس پر وہ جلوہ افروز ہوتا تھا۔

(۳) جہاں اس کی یادگاریں ہیں، آثار ونشاں قائم ہیں، اس کا گلشن ہے، وہیں اس کی سجدہ گاہ بھی ہے اور عبادت گاہ بھی۔

(۴) اس کے پہلو میں وہ حجرے بھی ہیں جہاں انوار کی بارش ہوتی تھی ، اور دنیا اس سے سیراب ہوتی تھی۔

(۵) وہاں اب تک ایسے آثار ومعالم بھی ہیں جن کے آثار گردش ایام کے باوجود محو نہیں ہوں گے، جتنی ان پر کہنگی طاری ہوگی وہ نشانیاں جدت سے ہم آغوش ہوتی رہیں گی۔

(۶) اس دیار مقدس میں حضرت کے آثار ونقوش پا میری نظر سے گذرے ، ایک قبر پر بھی میری نظر پڑی جہاں خاک لحد نے آپ کو روپوش کردیا ہے۔

(۷) یہ مناظر دیکھ کر میں بے اختیار رونے لگا ، آنکھوں نے میرے غم میں شریک ہوکر اپنی سعادت کا ثبوت دیا، اور دونوں پلکوں نے بھی اس سعادت میں حصہ لیا۔

(۸) میری آنکھوں کو حضور پاک علیہ السلام کے احسانات یاد آرہے ہیں ،لیکن میں سمجھتا کہ ذہن ودماغ ان نوازشوں کو شمار کرپائے گا، کیوں کہ آج تو وہ حیران وسرگرداں معلوم ہورہا ہے۔

(۹) میرا دل آج اسیر رنج واندوہ ہے، اسے حضرت احمد (ﷺ) کی جدائی وفرقت نے کمزور وناتواں بنادیا ہے، تسلی کے لئے وہ اپنے رسول پاک کے احسانات گن گن کر یاد کررہا ہے۔

(۱۰) مجھے یقین ہے کہ میرے دل کو ان احسانات کا عشر عشیر بھی یاد نہیں آسکتا لیکن شاید اس کے ذریعہ آپ کے اوصاف وکمالات کی مدح سرائی کا کچھ حق ادا ہوسکے۔

(۱۱) دیر تک اس قبر کے ڈھیر پر، جس میں حضرت احمدؐ مدفون ہیں، میں کھڑے ہوکر زار زار آنسو بہاتا رہا۔

(۱۲) اے روضۂ نبویؐ! تجھے مبارک!، اور وہ شہر بھی برکتوں سے معمور ہو جہاں وہ رہبر اعظم آسودۂ خاک ہے۔

(۱۳) اے قبر! تیری آغوش لحد بھی بابرکت ہے جس میں ایک پاکیزہ ذات محو استراحت ہے۔

(۱۴) جس وقت اس پر ہاتھ مٹی ڈال رہے تھے، اسی وقت آنکھیں بھی اس مٹی کو اپنی اشکوں سے تر کر رہی تھیں، اور یہ منظر دیکھ کر ستاروں نے بھی منھ چھپا لیا تھا۔

(۱۵) لوگوں نے ایک پیکر حلم کو، ایک مجسمۂ رحمت کو، ایک سراپائے علم کو ایک شام منوں مٹی ڈال کر چھپا دیا، اور افسوس اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ بھی نہیں دیا جاسکا۔

(۱۶) پھر وہ مغموم ورنجیدہ، تھکن سے چور لوٹے تو اپنے نبی کے وجود سے محروم ہو چکے تھے۔

(۱۷) اس دن ان کی آنکھیں اس ذات گرامی پر گریہ کناں تھیں جس پر آسمان بھی خون کے آنسو بہا رہا تھا، اور چشم زمین بھی پرنم تھی۔

(۱۸) اور آخر کس کے مرنے کا غم اور کس دن کی مصیبت حضرت سیدنا محمد کی وفات کے دن کے برابر ہو سکتی ہے۔

(۱۹) اسی دن نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہوا جس کے انوار سے پوری کائنات روشن وتاباں تھی۔

(۲۰) آپ کی ذات گرامی سے آپ کے متبعین کو خدائے رحمن کی رہنمائی حاصل ہوتی تھی، اور آپ کے ارشاد سے ذلت ورسوائی سے نجات ملتی تھی۔

(۲۱) لاریب کہ آپ وہ امام برحق تھے، لوگوں کی رہنمائی میں پوری توجہ صرف کر دیتے، اور ایسے ہادی برحق کہ اگر لوگ آپ کی اطاعت وفرماں برداری کریں تو ان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔

(۲۲) عفو ودرگذر آپ کا شیوہ تھا، لوگوں کا عذر قبول فرماتے، اور لوگ مزید نیک اعمال بجالائیں تو اللہ کے خزانہ میں نیکیوں کی کمی نہیں۔

(۲۳) اگر لوگوں کو کوئی ناقابل حل مشکل پیش آتی تو آپ ہی کے ذریعہ اس کی گرہ کشائی ہوتی۔

(۲۴-۲۵) وہ اس نعمت الہی سے استفادہ کر رہے تھے اور اس ہادی برحق کے ذریعہ راہ راست پر آ رہے تھے، جس ذات گرامی کے لئے ان کی گمراہی سب سے گراں تھی، اور ان کی ہدایت واستقامت کی اس کو سب سے زیادہ فکر تھی، وہ ان پر مہربان بھی تھے، اور ان کا سایۂ شفقت وکرم سب پر قائم تھا، اور اس کی رحمت عامہ سے ہر شخص فیض حاصل کر رہا تھا، اور اس کے پرتو انوار سے مستفید ہو رہا تھا کہ موت کی ایک تیر نے اس ذات گرامی سے انہیں محروم کر دیا۔

(۲۶) اور وہ اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس تشریف لے گئے۔ اب اس جدائی پر بزم کروبیاں میں ماتم بپا ہے، اور ملائک آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

(۲۷،۲۸،۲۹) حرم کی سرزمین پر نزول وحی کا جو سلسلہ جاری تھا اس کے انقطاع ومحرومی سے اس کا چپہ چپہ تصویر وحشت معلوم ہو رہا ہے، ایک ویرانی سی چھائی ہوئی ہے، صرف لحد پاک کا ایک گوشہ ہے جو آباد ہو کر اپنی قسمت و بخت آوری پر نازاں ہے، کیوں کہ ایک ذات گرامی نے وہاں جلوہ افروز ہو کر اسے سرفرازی عطا فرمائی ہے۔ جب کہ بقیع و بلاط سب اس کے فراق میں ماتم کناں ہیں۔

(۳۰) وحشت کی تصویر نہ صرف مدینہ کی ہے بلکہ مکہ میں بھی جمرہ کبری سے لے کر آپ کے مولد تک ہر ہر گلی ویران نظر آ رہی ہے۔

(۳۱) اے میری آنکھ! حضرت رسول پاک علیہ السلام کی جدائی پر بس آنسوؤں کا سلسلہ جاری رکھ، دیکھ کبھی تیرے آنسو تھم نہ جائیں۔

(۳۲) آخر اس ذات گرامی پر تیرے آنسوؤں کا سیلاب کیوں نہ بہیں جس کی نوازشوں اور فیاضیوں سے ہر شخص زیر بار ہے۔

(۳۳) اس حادثہ پر آنسوؤں کا دریا بہا دے، اور اس بے نظیر و بے مثال انسان کے فراق پر جس قدر نالہ وشیون ممکن ہو اس میں کوتاہی نہ کر۔

(۳۴) حضرت محمد (ﷺ) جیسا نہ کوئی پہلے اس دنیا سے رخصت ہوا، نہ قیامت تک پھر کوئی ایسا حادثہ ہوگا۔

(۳۵) آپ کی ذات گرامی میں عفت و پاکیزگی کا جلوہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا، مسلسل وعدہ پر وعدہ کئے جانا آپ کا شیوہ تھا، آپ کی بخشش وعطا کی کوئی حد نہ تھی، نہ کسی کو ان سے بخل کا شکوہ تھا۔

(۳۶) جس موقع پر بڑے بڑے فیاض اور دریا دل کے ہاتھ بھی سمٹ جاتے ہیں اور اپنی خاص اور نادر چیز دینے میں انہیں تامل ہوتا ہے، ایسے موقع پر بھی آپ اعلی سے اعلیٰ چیز دینے سے گریز نہ فرماتے۔

(۳۷) جب آپ کا نسب بیان کیا جائے تو آپ بڑے کریم النسب ثابت ہوں گے، بطحائے مکہ کے سرداروں میں جو شخص سب سے زیادہ کریم تھا وہ آپ کے جد اعلیٰ کی ذات والا صفات تھی۔

(۳۸) آپ عظمت کی سب سے بلند چوٹی پر فائز ہوئے اور بلندیوں میں عظمت کے منار قائم کئے۔ اگر خاندان کے اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو آپ کے خاندان کی حیثیت ایک درخت کی ہے جس کی مضبوط شاخ ہو، اور اس کی روئیدگی بھی سب سے بہتر ہو، اور اس کی تنے بھی ایسے ہیں کہ بارش کے پانی سے سیراب ہو کر تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

(۳۹) رب کریم نے نیک اوصاف وخصال کے ساتھ بچپن ہی سے آپ کی پرورش فرمائی، اور یہ اوصاف آپ کی فطرت میں ودیعت فرما کر آپ کی تربیت فرمائی۔

(۴۰) آپ کے پاس مسلمانوں کی ہدایت وتربیت کے سارے سامان موجود ہیں، اور آپ کی تعلیمات سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی اثاثہ نہیں، اور یہ علم بے دریغ و بلاتفریق صرف کیا جاتا ہے۔

(۴۱) میں جو باتیں عرض کر رہا ہوں اس پر وہی شخص نکتہ چینی کرسکتا ہے جو عقل سے بے بہرہ ہو۔

(۴۲) میری طبیعت آپ کی مدح سرائی سے سیر نہیں ہوتی اور اسے چھوڑنا نہیں چاہتی، کہ شاید کل جنت میں اسی کی بدولت ابدی قیام نصیب ہو۔

(۴۳) اس مدح ونعت کے وسیلہ میں سیدنا رسول پاک علیہ السلام کے جوار کا خواہاں ہوں، اور میری ساری تگ و دو اور ساری کوششیں اسی دن کے لئے ہیں۔

بَطَیبَۃَ رَسمٌ لِلرَسولِ وَمَعهَدُ ❁ مُنیرٌ وَقَد تَعفو الرُسومُ وَتَهمَدُ
وَلا تَمحی الآیاتُ مِن دارِ حُرمَۃٍ ❁ بِهامِنبَرُ الهادی الَذی کانَ یَصعَدُ
وَواضِحُ آثارٍ وَباقی مَعالِمٍ ❁ وَرَبعٌ لَهُ فیهِ مُصَلّی وَمَسجِدُ
بِها حُجُراتٌ کانَ یَنزِلُ وَسطَها ❁ مِنَ اللہِ نورٌ یُستَضاءُ وَیوقَدُ
مَعارِفُ لَم تُطمَس عَلی العَهدِ آیُها ❁ أَتاها البِلی فَالآیُ مِنها تُجَدَّدُ
عَرِفتُ بِها رَسمَ الرَسولِ وَعَهدَهُ ❁ وَقَبراً بِها واراهُ فی التُربِ مُلحِدُ
ظَلَلتُ بِها أَبکی الرَسولِ فَأَسعَدَت ❁ عُیونٌ وَمِثلاها مِنَ الجَفنِ تُسعَدُ
تَذَکَّرُ آلاءَ الرَسولِ وَما أَری ❁ لَها مُحصِیاً نَفسی فَنَفسی تَبَلَّدُ
مُفَجَّعَۃً قَد شَفَّها فَقدُ أَحمَدٍ ❁ فَظَلَّت لِآلاءِ الرَسولِ تُعَدِّدُ
وَما بَلَغَت مِن کُلِّ أَمرٍ عَشیرَهُ ❁ وَلَکِن لِنَفسی بَعدُ ما قَد تَوَجَّدُ
أَطالَت وُقوفاً تَذرِفُ العَینُ جُهدَها ❁ عَلی طَلَلِ القَبرِ الَذی فیهِ أَحمَدُ
فَبورِکتَ یا قَبرَ الرَسولِ وَبورِکَت ❁ بِلادٌ ثَوی فیها الرَشیدُ المُسَدَّدُ
وَبورِکَ لَحدٌ مِنكَ ضُمِّنَ طَیِّباً ❁ عَلَیهِ بِناءٌ مِن صَفیحٍ مُنَضَّدُ
تَهیلُ عَلَیهِ التُرابَ أَیدٍ وَأَعیُنٌ ❁ عَلَیهِ وَقَد غارَت بِذَلِكَ أَسعُدُ
لَقَد غَیَّبوا حِلمًا وَعِلمًا وَرَحمَۃً ❁ عَشِیَّۃَ عَلَّوهُ الثَری لایُوَسَّدُ
وَراحوا بِحُزنٍ لَیسَ فیهِم نَبِیُّهُم ❁ وَقَد وَهَنَت مِنهُم ظُهورٌ وَأَعضُدُ
یُبَکّونَ مَن تَبکی السَمواتُ یَومَهُ ❁ وَمَن قَدبَکَتهُ الأَرضُ فَالناسُ أَکمَدُ

وَهَل عَدَلَت يَومًا رَزِيَّةُ هالِكٍ ۞ رَزِيَّةَ يَومٍ ماتَ فيهِ مُحَمَّدُ
تَقَطَّعَ فيهِ مُنزَلُ الوَحيِ عَنهُمُ ۞ وَقَد كانَ ذا نورٍ يَغورُ وَيُنجِدُ
يَدُلُّ عَلى الرَحمَنِ مَن يَقتَدى بِهِ ۞ وَيُنقِذُ مِن هَولِ الخَزايا وَيُرشِدُ
إِمامٌ لَهُم يَهديهِمُ الحَقَّ جاهِداً ۞ مُعَلِّمُ صِدقٍ إِن يُطيعوهُ يَسعَدوا
عَفُوٌّ عَنِ الزَلّاتِ يَقبَلُ عُذرَهُم ۞ وَإِن يُحسِنوا فَاللهُ بِالخَيرِ أَجوَدُ
وَإِن نابَ أَمرٌ لَم يَقوموا بِحَملِهِ ۞ فَمِن عِندِهِ تَيسيرُ مايَتَشَدَّدُ
فَبينا هُمُ فى نِعمَةِ اللهِ وَسطَهُم ۞ دَليلٌ بِهِ نَهجُ الطَريقَةِ يُقصَدُ
عَزيزٌ عَلَيهِ أَن يَجوروا عَنِ الهُدى ۞ حَريصٌ عَلى أَن يَستَقيموا وَيَهتَدوا
عَطوفٌ عَلَيهِم لا يُثَنّى جَناحَهُ ۞ إِلى كَنَفٍ يَحنو عَلَيهِم وَيَمهَدُ
فَبَينا هُمُ فى ذَلِكَ النورِ إِذ غَدا ۞ إِلى نورِهِم سَهمٌ مِنَ المَوتِ مُقصَدُ
فَأَصبَحَ مَحموداً إِلى اللهِ راجِعًا ۞ يُبكيهِ حَقُّ المُرسِلاتِ وَيُحمَدُ
وَأَمسَت بِلادُ الحُرمَ وَحشاً بِقاعُها ۞ لِغَيبَةِ ما كانَت مِنَ الوَحيِ تَعهَدُ
قِفاراً سِوى مَعمورَةِ اللَحدِ ضافَها ۞ فَقيدٌ تُبَكّيهِ بَلاطٌ وَغَرقَدُ
وَمَسجِدُهُ فَالموحِشاتُ لِفَقدِهِ ۞ خَلاءٌ لَهُ فيهِ مَقامٌ وَمَقعَدُ
وَبِالجَمرَةِ الكُبرى لَهُ ثَمَّ أَوحَشَت ۞ دِيارٌ وَعَرصاتٌ وَرَبعٌ وَمَولِدُ
فَبَكّى رَسولَ اللهِ يا عَينُ عَبرَةً ۞ وَلا أَعرِفَنكِ الدَهرَ دَمعَكِ يَجمَدُ
وَما لَكِ لا تَبكينَ ذا النِعمَةِ الَّتى ۞ عَلى الناسِ مِنها سابِغٌ يَتَغَمَّدُ
فَجودى عَلَيهِ بِالدُموعِ وَأَعوِلى ۞ لِفَقدِ الَّذى لا مِثلُهُ الدَهرُ يوجَدُ
وَما فَقَدَ الماضونَ مِثلَ مُحَمَّدٍ ۞ وَلا مِثلُهُ حَتّى القِيامَةِ يُفقَدُ
أَعَفَّ وَأَوفى ذِمَّةً بَعدَ ذِمَّةٍ ۞ وَأَقرَبَ مِنهُ نائِلاً لا يُنَكَّدُ
وَأَبذَلَ مِنهُ لِلطَريفِ وَتالِدِ ۞ إِذا ضَنَّ مِعطاءُ بِما كانَ يُتلَدُ
وَأَكرَمَ صيتًا فى البُيوتِ إِذا اِنتَمى ۞ وَأَكرَمَ جَدًّا أَبطَحِيًّا يُسَوَّدُ
وَأَمنَعَ ذِرواتٍ وَأَثبَتَ فى العُلى ۞ دَعائِمَ عِزٍّ شامِخاتٍ تُشَيَّدُ
وَأَثبَتَ فَرعاً فى الفُروعِ وَمَنبِتًا ۞ وَعوداً غَذاهُ المُزنُ فَالعودُ أَغيَدُ

رَباهُ وَليداً فَاستَتَمَّ تَمامُهُ ۞ عَلى أَكرَمِ الخَيراتِ رَبٌّ مُمَجَّدُ
تَناهَت وَصاةُ المُسلِمينَ بِكَفِّهِ ۞ فَلاالعِلمِ مَحبوسٌ وَلا الرَأيُ يُفنَدُ
أَقولُ وَلا يُلفى لِما قُلتُ عائِبٌ ۞ مِنَ الناسِ إِلّا عازِبُ العَقلِ مُبعَدُ
وَلَيسَ هَوايَ نازِعاً عَن ثَنائِهِ ۞ لَعَلّي بِهِ في جَنَّةِ الخُلدِ أَخلَدُ
مَعَ المُصطَفى أَرجو بِذاكَ جِوارَهُ ۞ وَفي نَيلِ ذاكَ اليَومِ أَسعى وَأَجهَد

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ''المجیب'' خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان ــــ ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے ــــ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں ــــ اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تا کہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔

ایران کا ایک علمی سفر (قسط:۱)

(۲۶/جون تا ۲۳/جولائی ۲۰۲۲ء)

● ڈاکٹر عارف نوشاہی — ادارۂ معارف نوشاہیہ، اسلام آباد، پاکستان

تقریبِ سفر:

میں ۶/مارچ ۲۰۱۹ء کو ایران سے لوٹا تو اگلے سال پھر ایران جانے کا خواب دیکھنے لگا، لیکن ۲۰۲۰ء کے ابتدا میں جب دنیا بھر میں کرونا کا چرچا ہوا تو احتیاطی تدابیر کے نام پر کئی ملکوں نے سفر پر پابندی لگا دی، پروازیں بند ہوگئیں، جنوب مغربی ایشیا میں ایران اس وبا کا گڑھ تھا، جہاں سب سے زیادہ اموات ہو رہی تھیں، لہٰذا وہاں جانے کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس وبا نے لوگوں میں فاصلے قائم کر دیئے، امورِ مملکت معمول سے ہٹ گئے، خدا خدا کر کے ۲۰۲۲ء میں وبا میں کمی واقع ہوئی تو سفری پابندیوں میں بھی کچھ نرمی کی گئی، میں نے پھر ایران جانے کا عزم کیا، میں تو اپنے طور پر ہی جا رہا تھا لیکن خدا کا کرنا یوں ہوا کہ ایک روز ایرانی دوست رضا غوریانی کی فیس بک پر تربت جام ایران میں شیخ احمد جام بین الاقوامی کانفرنس کا اشتہار نظر آیا، منتظمین میرے جانے پہچانے تھے اور انہی کے زیر انتظام منعقد ہونے والی جامی کانفرنس میں ایک بار ایران جا چکا تھا، منتظمین سے رابطہ کیا تو انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور رسمی طور پر مجھے بلا لیا، بلکہ مجھ سے دو مزید غیر ملکی مہمانوں کے نام بھی مانگے تا کہ کانفرنس صحیح معنوں میں بین الاقوامی بن جائے، میں نے ترکی سے پروفیسر نجدت طوسون اور ہندوستان سے پروفیسر سید حسن عباس کے نام دیئے، انہیں بھی رسمی دعوت نامے بھیج دیئے گئے، پروفیسر عباس نے تو ہامی بھر لی لیکن پروفیسر طوسون نے معذرت کر لی، معذرت کی وجہ بھی بتائے دیتا ہوں، اس سال عید قربان کی تاریخ ۱۰/جولائی تھی اور کانفرنس کی تاریخ ۱۳-۱۴/جولائی مقرر تھی، پروفیسر طوسون نے بتایا کہ وہ ہر سال عید اپنی ضعیف والدہ کے ساتھ آبائی شہر بندرما میں مناتے ہیں، اگر اس سال والدہ کے ساتھ عید نہ منائی تو وہ اداس اور رنجیدہ ہوں گی۔ میں نے بھی اصرار مناسب نہ سمجھا اور والدہ کی خوشنودی کا حق مقدم جانا۔

میں نے مئی ہی میں سفر کی تیاری شروع کر دی، پاکستان میں ایران کے ثقافتی اتاشی آقائے احسان خزاعی نے بڑی سہولت سے ایک ماہ کا ویزا دلوا دیا، اس بار الیکٹرانک ویزا تھا یعنی پاسپورٹ پر ویزا اسٹکر چپکانے کی بجائے، علاحدہ سے ایک کاغذ تھمایا گیا، یہی ویزا تھا جسے واپسی تک سنبھال کر رکھنے کی تاکید کی گئی تھی، مجھے آخری وقت تک وہم اور اندیشہ رہا کہ اس کاغذی ویزے سے پاکستان سے نکلتے یا ایران میں داخل ہوتے وقت کہیں مشکل نہ پیش آجائے، لیکن ایسا کچھ نہ ہوا، بلکہ ایران میں داخل اور خارج ہوتے وقت تو یہ کاغذ بھی نہیں دیکھا گیا۔ میرے پاسپورٹ نمبر کے حوالے سے ایرانی امیگریشن والوں کے پاس ویزا کی معلومات پہلے سے سسٹم میں موجود تھیں۔

ویزا کی مدت کو مدنظر رکھ کر ۲۶؍جون کو روانگی اور ۲۳؍جولائی کو واپسی کی تاریخ طے کی۔ ۳۰؍مئی کو دو طرفہ ٹکٹ لیا، اس کی قیمت اکاسی ہزار روپے (چار سو ڈالر) بنی۔ ٹکٹ لینے کے بعد سفری انتظامات میں لگ گیا، مجھے ایران کے مختلف شہروں میں جانا تھا، اس کے لیے ایک پروگرام خود ہی ترتیب دیا، پھر ہر شہر میں اپنے دوستوں کو اطلاع دی اور انہی کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر تک سفر کے لیے ریل اور جہاز کے ٹکٹ لیے، ٹکٹوں کی قیمتیں دیکھیں تو معلوم ہوا حالیہ تین سالوں میں ایران میں ہوشربا گرانی آچکی ہے، کاشان سے یزد ریل کا ٹکٹ ۷۰۳۵۰۰ ریال، اصفہان سے تبریز جہاز کا ٹکٹ ۱۰۱۹۱۰۰۰ ریال، تبریز سے تہران جہاز کا ٹکٹ ۸۸۲۳۰۰۰ ریال۔ یاد رہے کہ خود ایک ڈالر تقریباً بیالیس ہزار ریال کا ہے اور یہ ایرانی ریال ہے سعودی ریال نہیں۔

میں نے پاکستان ہی میں بیٹھ کر ایرانی دوستوں کی مدد سے اندرون ایران سفر کا پروگرام بنالیا اور اس کے انتظامات بھی کر لیے کہ کس تاریخ کو کس شہر جانا ہے، وہاں کتنے دن اور کہاں ٹھہرنا ہے، مجھے کچھ دن تہران میں بھی رکنا تھا، نہ صرف اپنے لیے بلکہ حسن عباس کے لیے بھی ایک ٹھکانا چاہیے تھا، اس کا انتظام فرہنگستان زبان وادب فارسی نے کر دیا اور ولنجک میں بنیاد سعدی کی ساتویں منزل پر اپنا مہمان خانہ ہمیں دے دیا، یہ وہی جگہ ہے جہاں پہلے بھی ہر دفعہ ٹھہرتا ہوں، میری کوشش ہوتی ہے کہ سفر سے پہلے ہی سفر کی ترتیب طے ہو جائے اور انتظامات مکمل ہو جائیں تاکہ باقی وقت اطمینان سے گذرے۔ میں سفر سے پہلے جو دعا مانگتا ہوں اس میں سفر میں آسانی اور پریشانی سے دوری کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں: یا اللہ! پرائے دیس میں عزت اور حرمت قائم رکھیو!

اسلام آباد سے لاہور کی روانگی :

مجھے ماہان ائر کی پرواز W51194 سے لاہور سے تہران جانا تھا، اس کا وقت ۲۶؍جون صبح ۲؍بجے تھا۔ اس کے لیے میں ۲۵؍جون کی صبح اسلام آباد سے بذریعہ ڈائیوبس لاہور کے لیے نکلا۔ سامان سفر میں حسب معمول ایرانی مردوں اور کتب خانوں کے لیے کتابیں اور ایرانی خواتین کے لیے ملبوسات اور ان کے استعمال کی سوغاتیں تھیں۔ اس دفعہ ایک اضافی تھیلا

صرف حسن عباس کے لیے تھا کہ گذشتہ کئی سالوں سے ان تک میری کچھ کتابیں نہیں پہنچی تھیں۔ ہوائی کمپنی نے تیس کلو سامان لے جانے کی حد مقرر کر رکھی ہے اور میری کتابیں تھیں کہ اس حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ عین روانگی سے قبل ۲۳ر جون کو میری تین نئی کتابیں چھپ کر آ گئیں۔ پرانی کتابوں کے ساتھ نئی کتابوں کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ سامان کا وزن کرتا تو ہر بار تیس کلو سے اوپر ہی ہوتا۔ کبھی ایک موٹی کتاب نکالتا اور اس کی جگہ پتلی پتلی کتابیں رکھتا۔ اس روز دل میں خیال آیا کہ کتابیں چھوٹی چھوٹی چھپوانی چاہئیں۔ کوئی کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن بادل نخواستہ بہت کچھ چھوڑنا پڑا۔

محمد اقبال مجددی کی تعزیت :

۲۵ر جون کو لاہور ڈائیوو ٹرمینل پر سعید الظفر نوشاہی اور سمیع الظفر نوشاہی مجھے لینے آئے تھے۔ بس سے اتر کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ چند روز قبل وفات پانے والے اپنے دیرینہ دوست پروفیسر محمد اقبال مجددی (وفات ۷ر جون ۲۰۲۲ء) کی تعزیت کے لیے ان کے مکان نمبر ۱۹۶ بی، سبزہ زار سکیم، ملتان روڈ، لاہور پر گیا۔ کتنے ہی سال اس پتے سے مجھے ان کے خطوط آتے رہے اور میں بھی لفافے پر ان کا یہی پتا لکھتا رہا۔ افسوس کہ مجددی صاحب کے حین حیات اس مکان پر کبھی نہ جا سکا۔ مکان دیکھا بھی تو ان کی وفات کے بعد۔ ان کے صاحبزادے محمد عمر اور بیٹی سے تعزیت کی۔ میں جب پہلے ایران جاتا تھا تو مجددی مرحوم کتابوں کی فہرست مجھے تھما دیتے تھے کہ وہاں سے ان کے لیے خرید کر روانہ کر دوں۔ میں کئی سال تک ان کے لیے یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ افسوس کہ اس خدمت کا موقع اب نہیں ملے گا۔ میں نے محمد عمر سے کہا وہ کمرا دکھائیں جہاں مجددی صاحب بیٹھ کر علمی کام کرتے تھے، مجھے وہ اس کمرے میں لے گئے، وہاں کتب ماٰخذ و مرجع رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ کتابیں وہ پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کر چکے تھے اور ان پر نمبر لگے ہوئے تھے، لیکن امانتاً ان کے پاس تھیں۔ کچھ کتابیں بغیر نمبروں کے ابھی پنجاب یونیورسٹی کو نہیں دی گئی تھیں، لیکن اب دی جائیں گی۔ متعدد کاغذات اور مسودات بلا ترتیب میز پر پڑے تھے۔ ان کے اوپر مجددی صاحب کی گرم ٹوپی اور محدب عدسہ رکھا تھا۔ مجددی صاحب کو اپنی کتابیں بلکہ ایک ایک کاغذ جان سے زیادہ عزیز تھا اور ان کا ذرا سا نقصان بھی ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ اب اس کمرے میں ان کی کتابوں اور کاغذات کی حالت دیکھی تو ان کی جگہ میں دل گرفتہ ہوا۔

لاہور میں کچھ دیر کے لیے سعید الظفر صاحب کے گھر گیا۔ لاہور میں مقیم میرے ایک اور مہربان دوست شارق خان کا گھر ہوائی اڈے کے قریب واقع ہے۔ میں رات کو ان کے ہاں چلا گیا۔ وہ تازہ تازہ امریکہ سے لوٹے ہیں جہاں یونیورسٹی آف شیگاگو سے وہ ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، ان کا موضوع جنوبی ایشیا میں مثنوی مولانا روم کے اثرات اور مقبولیت کے پہلوؤں کا جائزہ لینا ہے۔ وہ ہندوستانی الاصل پروفیسر مظفر عالم صاحب کے شاگرد ہیں۔ گفتگو اور رات کے کھانے کے بعد شارق خان صاحب مجھے ہوائی اڈے پر چھوڑ آئے۔

تہران آمد :

جہاز نے بروقت امام خمینی ہوائی اڈے پر اتارا۔ باہر نکلا تو ائر پورٹ کے برآمدے میں پیلی ٹیکسیوں کی ایک لمبی قطار کھڑی تھی۔ ائر پورٹ ٹیکسی کا نرخ مقرر ہوتا ہے۔ بنیاد سعدی، ولنجک تک کا کرایہ تین لاکھ اسی ہزار تومان بتایا گیا جو کبھی ۲۰۱۲ء میں صرف تیس ہزار تومان ہوا کرتا تھا۔ پچھلے سفر ایران میں جو ایرانی کرنسی بچ گئی تھی وہ میں نے پاکستان سے جیب میں رکھ لی تھی۔ میرا گمان تھا کہ یہ نہ صرف ہوائی اڈے سے اپنے ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے کافی ہوگی، بلکہ ابتدائی دنوں کے اخراجات بھی اسی سے پورے ہو جائیں گے۔ لیکن جب جیب سے نوٹ نکال کر گنے تو ٹیکسی کرائے سے پانچ ہزار تومان کم نکلے۔ بنیاد سعدی کا دربان سیف میرا پرانا جاننے والا ہے۔ باقی پیسے اس سے وقتی طور پر ادھار لیے اور ٹیکسی والے کو بھگتایا۔ تہران کے ٹیکسی ڈرائیور میں ایک خوبی ہے اور ایک برائی۔ خوبی یہ ہے کہ مسافر کو دیکھ کر بہت مودّب طریقے سے پوچھیں گے: آقا کجا تشریف می برید؟ (جناب آپ کہاں تشریف لے جائیں گے؟) اور برائی یہ کہ مسافر کے پاس اگر چھ زیادہ سامان ہوا تو اس کا کرایہ الگ سے لیں گے۔ میرے ٹیکسی ڈرائیور نے ایک اور طرح کی بدتمیزی کی کوشش کی۔ کہنے لگا ہم مسافر کو باہر دروازے پر اتارتے ہیں، اگر آپ دروازے کے اندر جائیں گے تو اس کے اضافی پیسے ہوں گے۔ لیکن میں نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔

رشحات عین الحیات کا معاہدہ :

پاکستان سے روانگی سے چند روز قبل ہی طے کر لیا تھا کہ فلاں روز، فلاں وقت افشین وفائی سے ملاقات کروں گا (افشین وفائی نام سے آپ کیا سمجھے کوئی لڑکی ہے؟ جی نہیں، یہ تہران یونیورسٹی کے مرد پروفیسر صاحب ہیں)۔ ملاقات کا مقصد رشحات عین الحیات تصنیف فخر الدین علی صفی کاشی کی اشاعت کا معاہدہ کرنا تھا، جس پر میں گذشتہ کئی سال سے کام کر رہا تھا۔ تہران پہنچتے ہی گیارہ بجے موقوفات دکتر محمود افشار کے دفتر چلا گیا۔ ڈاکٹر افشین نے جواب موقوفات کے مدیر عامل ہو چکے ہیں، معاہدہ تیار کیا، اس پر دستخط ہوئے، میں نے رشحات کا کمپوز شدہ مواد ان کے حوالے کیا اور اطمینان کا سانس لیا۔ دو سال قبل اسی ادارے سے مقالات عارف جلد سوم شائع ہوئی تھی۔ اس کا حق التصنیف وصول کیا۔ میں جو آج کچھ دیر پہلے تک پانچ ہزار تومان کا محتاج تھا، اب میری جیب میں لاکھوں تومان آچکے تھے، اگرچہ ان کی بے قدری بھی معلوم تھی۔

رشحات کے معاہدے کی خوشی سے نہال واپس اپنے ٹھکانے پر آیا تو کچھ دیر بعد نہال اور نسیم دونوں بہنیں ملنے کے لیے آ گئیں۔ نہال کو پاکستانی گلاب جامن بہت پسند ہیں جسے وہ ’گلاب جامگان‘ کہتی ہے۔ میں لاہور سے اس کے لیے گلاب جامن لے گیا تھا۔ جب ڈبہ سامان سے نکالا تو میرے جامگان شیرے سے تر بتر تھے! دوپہر کا کھانا ہم نے باہر سے منگوا کر کھایا جو دو لاکھ تومان کا تھا۔ اس سے اندازہ لگا لیا کہ لاکھوں تومان سے بھری جیب خالی ہوتے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

کاشان میں ہفت بند کاشی کی تقریب رونمائی :

پاکستان میں چند ماہ پہلے میں نے ملاحسن کاشی کے منظوم ہفت بند در مدح امیرالمومنین (ع) کے ایک خوب صورت قلمی نسخے کا عکس دو بار شائع کیا تھا۔ یہ نسخہ مرزا غالب کے زمانے کے ایک خوشنویس آغا میرزا دہلوی کا کتابت کردہ ہے اور زیارت لائبریری مکھڈ ضلع اٹک میں محفوظ ہے۔ ایران جانے سے پہلے اس کا سرورق اپنے کاشانی دوست علی میر انصاری کو بھیجا تو انہوں نے اس کو اہمیت دی۔ جب انہیں پتا چلا کہ میں ایران آرہا ہوں تو انہوں نے ۲۷/جون کی شام کو کاشان میں ہفت بند کی اس اشاعت کی تقریب رونمائی کا اہتمام کیا۔ اس میں شرکت کے لیے مجھے بھی کاشان جانا تھا۔ میں ہفت بند مطبوعہ کے بیس نسخے تقسیم کے لیے ساتھ لایا تھا۔ میر انصاری صبح ۸/بجے گاڑی لے کر ولنجک آگئے اور میں ان کے ساتھ کاشان کے لیے روانہ ہوا۔ ۱۱/بجے گاڑی کاشان کے مشہور ہوٹل سرائے بنی عامری ہا کے سامنے جا رکی جہاں میں پہلے بھی ٹھہر چکا ہوں، اس تاریخی حویلی میں میرے کمرے کا نام کاشان کوکب' تھا۔ کاشان ایران کا گرم سیر علاقہ ہے۔ باہر زوروں کی گرمی پڑ رہی تھی۔ چنانچہ عافیت اسی میں سمجھی کہ شام تک سرائے کے اندر رہا جائے۔

شام ۶/بجے خانۂ تاریخی تاج میں ہفت بند کی رونمائی کا اہتمام ہوا۔ مہمان خصوصی ڈاکٹر اصغر دادبہ تھے۔ وہیں سید علی اکبر حلّی معمار کاشانی سے ملاقات ہوئی جو ایران کے ممتاز معماروں میں سے ہیں۔ ایران اور کاشان کی تاریخی عمارتوں کی مرمت اور انہیں پرانی حالت میں واپس لانے میں ان کا بہت حصہ ہے اور ان کی شناخت بین الاقوامی سطح پر ہے۔ یہ تقریب جس تاریخی گھر میں ہو رہی تھی اور اب وہاں عجائب گھر بن گیا ہے، یہ گذشتہ صدی کے ایک واعظ میرزا لطف اللہ تاج کاشانی کی ملکیت تھا۔ اس کی بازسازی بھی حلّی صاحب نے کی ہے۔ کتاب کی تقریب بہت بھرپور رہی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اہل کاشان اپنے ایک ہم وطن کی تصنیف کی پاکستانی اشاعت کی اس قدر پذیرائی کریں گے اور ذوق وشوق سے شریک ہوں گے۔ ایک صاحب نے مجھے لفافہ پکڑایا۔ کھول کر دیکھا تو ایک کاغذ پر میری کاشان آمد اور وہاں ہفت بند کی تقریب رونمائی کی مناسبت سے تین قطعات تاریخ درج تھے۔ یہ اشعار عبدالرحیم رجب علی زادہ کاشانی متخلص بہ بنّا نے کہے تھے اور یہ کاغذ خود انہوں نے مجھے دیا تھا۔ قطعات یہاں نقل کرتا ہوں کہ محفوظ ہو جائیں:

به مناسبت آمدن دکتر عارف نوشاهی به کاشان

برای رونمایی از کتاب هفت بند شاعر کاشانی ملاحسن کاشی مدّاح امیرالمومنین (ع)

نوشاهی خوش مرام از پاکستان ❁ تشریف چو آورد به شهر کاشان

بنّا به مه تیر به تاریخش گفت ❁ ''از مقدم عارف شده کاشان

عنوان''/۱۴۰۱ش

نوشاہی فرزانہ چو از پاکستان ❁ از بخت بلند ما بہ کاشان آمد
بنا پی تاریخ رقم زدمہ تیر ❁ ''نوشاہی فرزانہ بہ کاشان باشد''
/۱۴۰۱ش

مستفعلن، مستفعلن، مستفعلن، فاعل
چون دکتر فرزانہ نوشاہی پاکستان ❁ آمد بہ کاشان وشدم از دیدنش دلشاد
بنّا مہ ذی قعدہ تاریخ ورودش گفت ❁ ''حالاگل افشان مقدم عارف بہ کاشان باد''
/۱۴۴۳ھ

یزد کا پہلا سفر :

ایران کو اب تک بکثرت سفر اور وہاں طویل قیام کے باوجود ہنوز وہاں کے کئی شہر اور علاقے نہیں دیکھ پایا۔ان میں ایک تاریخی اور قدیم شہر یزد بھی ہے۔یہ ایران کے وسط میں واقع ہے اور یہاں سے ایران میں ہر سمت کو راستہ جاتا ہے۔گویا اسے ایران کا محور کہنا چاہیے۔اس بار میں نے یزد کو اپنے سفر میں شامل کیا۔یزد مجھے اس حوالے سے بھی عزیز تھا کہ مرحوم ایرج افشار کا آبائی وطن ہے۔میں یزد میں موجود لوگوں کو غائبانہ طور پر جانتا تھا۔ایک ڈاکٹر محمد کاظم کہدوئی پروفیسر یونیورسٹی اور دوسرے حسین مسرت جو یزد کی ایک علمی شخصیت ہیں۔کہدوئی صاحب دو بار بنگلا دیش میں رہ چکے ہیں اور برصغیر سے کچھ آشنا ہیں۔یزد سفر کے لیے میں نے پاکستان سے کہدوئی صاحب سے ہی رابطہ رکھا اور ان کے ذریعے اپنے قیام کے انتظامات کروائے۔یزد میں وہی میرے میزبان اور راہ نما بنے۔

۲۸/جون کو ناشتے کے بعد، کاشان سے بذریعہ کار یزد روانہ ہوا۔کار کا انتظام کاشان میں میرے میزبانوں نے کر دیا تھا۔ہماری منزل کوئی چار سو کلو میٹر دور تھی۔گاڑی صبح ۸/بجے چلی اور ٹھیک ساڑھے بارہ بجے کہدوئی صاحب کے دروازے پر جا رکی۔یہ GPS کا کمال تھا کہ کسی سے پوچھے تاچھے بغیر ہم اپنے میزبان کے گھر کی دہلیز تک پہنچ گئے۔کاشان سے یزد تک راستے میں کئی جانے پہچانے ناموں والے شہروں اور قصبوں سے گذرے، جیسے اردستان، نائین، اردکان۔اسی راستے سے قدرے ہٹ کر میبد اور ندوشن بھی واقع ہیں۔جہاں جہاں سے گذرتا اس مقام سے منسوب شعرا اور مصنفین کے نام ذہن میں آتے جاتے۔علی اکبر اردستانی، جلالی نائینی، رشید الدین میبدی، اسلامی ندوشن۔راستے میں سڑک کے کنارے ایک گاؤں ظفر قند (بروزنِ سمرقند) کا بورڈ بھی نظر آیا ہے۔چند ایک آبادیوں کو چھوڑ کر پورا راستہ بے آب وگیاہ اور خشک ہے۔گرمی بھی شدید تھی۔سب لوگ مجھے روکتے ٹوکتے رہے کہ میں موسم کی اس شدت میں یزد کیوں جا رہا ہوں؟ لیکن میرے سر میں یزد دیکھنے کا سودا سمایا ہوا تھا۔جس شخص نے پاکستان کی گرمی برداشت کر رکھی ہو اسے یزد کی گرمی کیا کہہ سکتی تھی۔

اتفاق سے جب میں کہدوئی صاحب کے ہاں فروکش ہوا تو وہ گھر پر اکیلے تھے۔ ان کے اہل و عیال تہران میں تھے۔ کہدوئی صاحب نے خود ہی چاول پکائے اور بازار سے کباب منگوا کر دوپہر کے کھانے کا بہت عمدہ انتظام کر دیا۔ مجھے قالین پر چاندنی بچھا دی کہ کچھ دیر سستا لوں۔

آتشکدہ زرتشتیان:

اگر ہم دھوپ کم ہونے کا انتظار کرتے رہتے تو یزد میں کچھ نہ دیکھ پاتے۔ چنانچہ ساڑھے تین بجے کہدوئی صاحب نے گاڑی نکالی اور ہم یزد کی سیر کو جا نکلے۔ سب سے پہلے آتشکدہ زرتشتیاں پہنچے جہاں ٹکٹ لے کر اندر جانا پڑا۔ آتش کدے کی عمارت کی آگ روشن تھی جو ۲۴ گھنٹے روشن رہتی ہے۔ یہ پیتل کی ایک انگیٹھی تھی جس میں کوئلے جل رہے تھے۔ اس عمارت کے آگے شیشہ لگا ہوا تھا اور آگ کو دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس آگ کی جو تاریخ لکھی ہوئی تھی اس کے مطابق اس کا تعلق آتشکدہ فرنبغ پارس سے ہے۔ ۴۷۰ء میں وہاں سے اسے عقدا کے آتشکدے میں لایا گیا۔ ۷۰۰ سال تک وہاں روشن رہی۔ وہاں سے ۱۱۴۷ء میں اردکان منتقل ہوئی۔ تین سو سال تک وہاں جلتی رہی۔ ۱۴۷۴ء میں اسے یزد لایا گیا اور ایک مخصوص مقام پر اسے روشن رکھا گیا تا آن کہ ۱۹۴۰ء میں موجودہ آتشکدے کی عمارت مکمل ہوئی تو اس آگ کو یہاں منتقل کر دیا گیا۔ تب سے اب تک یہیں روشن ہے دراصل اس آگ کا مادر شعلہ (جلتا ہوا کوئلہ) کوئی ۱۸۰۰ سال پرانا ہے۔ اس شعلے کو متواتر جلتا رکھنے کے لیے روزانہ زرتشتیوں کا مذہبی پیشوا، جسے ہیربُد کہا جاتا ہے، آگ کی انگیٹھی میں بادام اور آڑو کی لکڑی کے چند مزید ٹکڑے ڈال دیتا ہے۔ یہاں آتشکدے میں پتے کی ایک بات لکھی ہوئی تھی کہ زرتشتی آتش پرست نہیں ہیں بلکہ ان کا قبلہ یا پرستش کا رخ نور اور روشنائی ہے۔ جیسے مسلمان کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی زرتشتی نور کی طرف منہ کرتے ہیں اور خدا کی حمد پڑھتے ہیں، یہ نور کسی آتش کدے میں روشن آگ بھی ہے۔

یہ روشن آگ یا نورِ مقدس دیکھ کر ہم عمارت سے نکل کر سڑک پر جانے والے تھے کہ وہاں مامور شخص نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اُدھر تصویر خانہ ہے کیا وہ نہیں دیکھیں گے؟ کہدوئی صاحب نے معذرت کی کہ ان کی نظر تصویر خانے کے بورڈ پر نہیں پڑی۔ مامور شخص نے برجستہ جواب دیا: ازبس کہ سر بہ زیر ہستید۔ یعنی آپ سر جھکا کر چلتے ہیں، اس لیے اِدھر اُدھر کی خبر نہیں رکھتے۔ تصویر خانے میں زرتشتی عقائد کے مطابق زندگی کے کچھ پہلوؤں کی عکاسی کی گئی تھی، جیسے ان کا روایتی لباس کیا ہے، نوروز کے دسترخوان پر کیا رکھا جاتا ہے، شادی کیسے ہوتی ہے، کمر پر کشتی باندھنے کی رسم کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں یہ بتا تا چلوں کہ یزد اں میں زرتشتیوں کا قدیم مرکز ہے اور جنوبی ایشیا کو ہجرت کرنے والے زرتشتیوں، جنہیں مقامی زبان میں پارسی کہا جاتا ہے، کا تعلق زیادہ تر یزد اور اطراف یزد سے ہے۔

کتاب خانۂ وزیری :

یزد کے کتاب خانۂ وزیری کے نام سے جب سے واقف ہوں، جب سے مخطوطات اور ایران سے تعلق ہے ۔ یہ یزد میں مطبوعات کا سب سے بڑا پبلک کتب خانہ ہے اور ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴-۵۵) سے قائم شدہ ہے یعنی میرا ہم عمر ہے ۔ اسے حجۃ الاسلام حاج سید علی محمد وزیری (وفات: ۴/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ) نے قائم کیا تھا۔لیکن اب آستان قدس رضوی مشہد کو وقف ہے اور اس کا انتظام اسی کے تابع ہے ۔ ہم یہ کتب خانہ دیکھنے گئے،کتب خانے کے کتاب دار منوچہر آرستہ (آراستہ نہیں) نے خیر مقدم کیا۔حسین مسرت سے اولین ملاقات وہیں ہوئی ۔ یہ بھی مخطوطہ شناس، فہرست نویس اور اس کتب خانے سے وابستہ رہے ہیں ۔کتب خانے کے بانی کی قبر کتب خانے کے بیرونی صحن میں ہے، وہاں فاتحہ خوانی کی، قبر کے اوپر جو پتھر نصب ہے اس پر بڑی تفصیل سے مرحوم کے کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے ۔کتب خانہ بہت وسیع ہے، پہلے وہ حصہ دیکھا جو عجائب خانہ ہے، جہاں پرانی چیزیں، سکّے، کرنسی نوٹ، برتن اور کتب خانے کے بانی کے ذاتی استعمال کی چیزیں رکھی تھیں ۔ پھر ہمیں ذخیرۂ مخطوطات کی طرف لے جایا گیا۔اس خزانے کا دروازہ بیک وقت چابیوں اور مخصوص طلسمی عدد (کوڈ) سے کھلتا ہے اور جب تک ان کا آپس میں تال میل نہ ہو، دروا نہیں ہوتا۔کتاب دار بہت دیر تک دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے رہے، کبھی چابی گھماتے ،کبھی طلسم کی کلید مروڑتے ،لیکن دروازہ نہیں کھل پارہا تھا،انہیں شاید کچھ خفت بھی ہو رہی ہوگی، لیکن مجھے اس سے یہ اطمینان ہوا کہ اس اہم مخزن کے اندر جانا کسی چور کے لیے اتنا آسان نہیں ہے، بہر حال کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔اندر مخطوطات کا ایک جہان آباد تھا۔تمام مخطوطات مجلد اور نمبر وار رکھے تھے ۔کتاب دار نے اپنے نقطۂ نظر سے کچھ قدیم اور اہم مخطوطات نکال کر دکھائے ۔کتب خانے کا قدیم ترین مخطوطہ، رسالۂ قشیریہ بھی دیکھا۔اس کی تاریخ کتابت ۲۱/ذی الحجہ ۵۴۴ھ اور کاتب ابونصر ہلال المعروف بالکاتب ہے ۔ مجھے یک دم سوجھی کہ کتاب دار سے پوچھوں رشحات عین الحیات کا بھی کوئی نسخہ ہے؟ کتاب دار نے زبانی جواب تو ہاں میں دیا، لیکن مطبوعہ فہرست اور کمپیوٹر کا جواب نفی میں تھا۔کتاب خانۂ وزیری کا شعبۂ کتب چاپ سنگی بھی دیکھا۔اس میں کوئی چھ ہزار پرانی مطبوعہ کتب ہیں ۔بمبئی، کلکتہ اور دیگر ہندوستانی شہروں کی چھپی ہوئی پرانی کتابیں تاریخ فرشتہ ،شاہ نامہ، اکسیر اعظم مجھے خاص طور پر دکھائی گئیں ۔ یہاں امام خمینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دو صفحے کا ایک بیانیہ اصل صورت میں دیکھا، جس پر ۱۱/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ (۴/مئی ۱۹۴۴ء) کی تاریخ ہے ۔اس میں ”قیام“ (باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا) پر زور دیا گیا ہے ۔اس تحریر میں دلچسپ بات یہ لگی کہ ایرانی مسلمانوں کو قیام کے لیے بھائیوں کی مثال دی گئی ہے ۔اصل عبارت ملاحظہ ہو:

”خوب است دین داری را دست کم از بھائیان یاد بگیرید کہ اگر یک نفر آنہا در یک دیہ زندگی کند از مراکز حساس آنہا با او رابطہ دارند و اگر جزئی تعدی باو شود برای او قیام کنند۔“

ترجمہ : اچھا ہے آپ دین داری کم از کم بھائیوں ہی سے سیکھ لیں ۔ اگر ان کا کوئی ایک آدمی کسی گاؤں میں

رہتا ہو تو بھائیوں کے حساس مراکز اس سے رابطے میں رہتے ہیں اور اگر اس پر ذرہ برابر بھی زیادتی ہو تو سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

جامع مسجد یزد :

کتاب خانہ وزیری سے باہر نکلے تو ساتھ ہی یزد کی قدیم جامع مسجد ہے۔اس کے بیرونی محرابی دروازے کی اونچائی غالباً ایران میں مساجد کے ایسے دروازوں میں سب سے اونچی ہے۔اس بلند دروازے پر مزید دو اونچے منار ہیں۔اس سے اس مسجد کا شکوہ اور رعب بڑھ گیا ہے۔مسجد میں کئی سنگی کتبات اور تحریریں ہیں۔ایک کتبے سے مسجد کی قدامت ظاہر ہوتی ہے، جس پر تاریخ واضح ہے: فی تاریخ صفر لسنة سبع و سبعین وسبع مأة (صفر ۷۷۷ھ)۔مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے۔ اس کی محرابوں، چھت اور دیواروں پر کاشی کاری کا کام دیدنی ہے۔مسجد کے ساتھ ایک شبستان بھی ہے جہاں کسی زمانے میں نماز ہوتی ہوگی، لیکن اب دیکھ کر لگا کہ متروک ہے۔اس شبستان میں نماز کے لیے پرانے زیلو (قالین سے کمتر درجے کی چٹائیاں جو دھاگے سے بُنی جاتی ہیں) بچھے ہوئے تھے یہ زیلو یزد میں بُنے گئے اور ان کے حاشیے پر بنوانے والوں اور بافندوں کے نام اور تاریخیں تھیں۔ایک قالین پر لکھا تھا ”باشتراک مساعی آقای وزیر واعظ و ہیئت حامیان مسجد جمعہ یزد، فی جمادی الاول ۱۳۷۴، عمل رجب علی حاجی بابا، بسعی حرمحمود“۔حاشیے پر دیگر ہدایات بھی بُنی گئی تھیں کہ یہ زیلو صرف مسجد یا کتب خانے کے استعمال کے لیے ہے۔ان حدود سے باہر لے جانے والا ملعون ہوگا۔یہ تاریخی زیلو زمین کی نمی یا شبستان کا دروازہ مقفل رہنے کی وجہ سے خراب ہو رہے تھے۔مسجد کے صحن میں زیرزمین قنات کا جو نظام ہے یونیسکو نے اسے میراث جہانی کے طور پر محفوظ کر لیا ہے۔

ایرانی فالودہ :

مسجد سے باہر نکلے تو اگرچہ عصر ڈھل رہی تھی لیکن ہوا میں ابھی تمازت باقی تھی۔حسین مسرت کہنے لگے آئیے فالودہ کھاتے ہیں۔مجھے پہلے ایرانی فالودہ کھانے کا کئی بار اتفاق ہو چکا ہے اور مجھے معلوم تھا کہ یہ گجرات کے شیشیاں والے بازار یا قصور کے فالودے کے سامنے ہیچ ہے، لیکن میزبانوں کا دل رکھنے کے لیے ہاں کر دی۔ایرانی فالودے میں جو سیاہ بیج ڈالے جاتے ہیں یزد کی مقامی زبان میں اسے تخم قلفہ/کلفہ کہا جاتا ہے، لیکن یہ وہی تخم خرفہ یا تخم ملنگاں ہے۔فرق یہ ہے کہ ایرانی تخم بہت باریک ہے اور پانی میں بھیگ کر بھی زیادہ نہیں پھولتا جب کہ ہمارا تخم قدرے بڑا اور پھول کر ملنگ بن جاتا ہے۔فالودے کے باقی اجزا وہی سویاں، عرق گلاب اور مٹھاس کے لیے کسی شیرے کا استعمال۔ہمارے ہاں میٹھے کے لیے فالودے میں قلفی ڈالی جاتی ہے، ایرانی فالودے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی، اسی لیے وہ کھانے سے زیادہ پینے کی چیز تھی۔اس گرمی میں ٹھنڈے ٹھنڈے فالودے نے مزہ دیا اور ایرانی فالودے کی لاج رکھ لی۔

مسجد سے متصل قدیم چھتا ہوا بازار ہے، جس میں سب روایتی چیزیں مل جاتی ہیں۔ ایک دکان کا نام ’’حجرہ محبوب‘‘ تھا۔ کیا خوب نام ہے۔ ایک رستوران کی پیشانی پر ’’هو المعشوق ‘‘لکھا تھا۔

موزۂ کاظمینی :

یزد میں ایک نجی عجائب خانہ، موزۂ موقوفہ میرزا محمد کاظمینی نام سے ہے۔ کہدوئی اور مسرت یہ عجائب خانہ دکھانے کے لئے وہاں لے گئے۔ یہ تین منزلہ عمارت ہے۔ پہلی منزل پر قلمی قرآن، مخطوطات اور فرامین، سطح زمین پر سکے، کرنسی نوٹ اور تجارتی اشیا اور زیر زمین حصے میں ماچسوں کے خول، ڈاک ٹکٹ، پرانی تصاویر، قیمتی پتھروں کے نگیں، انگوٹھیاں، مہریں اور دیگر تاریخی اشیا رکھی ہیں۔ کتب خانے کے مخطوطات کی فہرست سید جعفر حسینی اشکوری نے دو جلدوں میں تیار کی ہے۔ عجائب گھر کے مالک آقائے کاظمینی کی طبیعت اس دن ناساز تھی۔ وہ خود نہیں تھے لیکن انھوں نے عملے کو ضروری ہدایت دے کر نہ صرف عجائب خانہ دکھایا بلکہ رات کا کھانا تالار یزد میں انھی کی طرف سے تھا۔ کاظمینی صاحب نے جو وقف نامہ لکھا ہے اس کے حاشیے پر یزد کی تمام بڑی بڑی علمی شخصیت کی دعائیہ اور تحسین آمیز عبارتیں اس کے دستخط کے ساتھ ہیں جس میں کاظمینی صاحب کے اس اقدام کی تعریف کی گئی ہے۔ اس عجائب خانے میں ایک اور دل چسپ چیز دیکھی۔ چالیس میٹر لمبے کاغذ پر از حضرت آدم تا حضرت خاتم اور سادات اصفہان کا شجرۂ نسب کتاب شدہ تھا۔ لیکن چار میٹر کاغذ کسی بکری نے کھالیا اور اب ۳۶ میٹر کا یہ شجرہ یہاں محفوظ ہے۔ بقول ایرج افشار یہ سات سو پرانا ہے۔

عجائب گھر کے ساتھ ہی امام زادہ جعفر کا مزار ہے۔ اس کی زیارت کے لئے بھی گئے۔ مزار کی ضریح پر قطعۂ تاریخ اصفہان کے معروف معاصر خطاط حبیب اللہ فضائلی کے قلمِ نستعلیق کا شاہکار ہے۔ تاریخ والا شعر یہ ہے اور مصرعہ اولی کے نیچے لکھا ہے ’خط حبیب اللہ فضائلی‘:

نوشت خامۂ شاکر برای تاریخش
’’زہی بجلوہ ضریحی چو کعبہ قبلۂ جان‘‘
(۱۳۹۳)

ایران میں قبروں کی حرمت کا اس طرح خیال نہیں رکھا جاتا جیسا ہمارے ہاں ہے۔ اس کا مشاہدہ میں ایران کی تمام معروف زیارت گاہوں میں کر چکا ہوں۔ امام زادہ جعفر کے مزار کے اطراف میں جو قبریں ہیں ان کے سنگ ہائے قبر پر عبارات و اسما درج ہیں، چونکہ یہ قبریں زمین کی ہم سطح ہیں لوگ ان قبروں اور سنگ ہائے قبر پر بلا تکلف پھر رہے ہوتے ہیں۔

کہدوئی شب باشی کے لئے مجھے دانشگاہ یزد کے مہمان سرا میں چھوڑ گئے۔ یہ مہمان سرا مہمانوں کے قابل تو نہ تھا

لیکن چونکہ مجھے وہاں صرف سونا ہی تھا،سو،سو کر رات سے صبح کرلی۔اگلی صبح کہدوئی گھر سے ناشتہ لے آئے۔ایران میں اگر گرم گرم تازہ تنوری روٹی مل جائے تو سمجھیے آپ خوش قسمت ہیں۔کہدوئی کسی نانبائی سے پہلے پور کے یزدی تافتان پکوالائے تھے۔ساتھ پنیر، مکھن، بالائی اور ایرانی چائے سے مزہ دوبالا ہوگیا۔

دخمۂ زرتشتیان :

اب ہم یزدگردی کو نکلے۔حسن اتفاق تھا کہ آج بھی کل کی طرح سیاحت کا آغاز زرتشتیوں کی عمارت سے ہوا۔ یہ ان کا دخمہ تھا جو شہر سے قدرے باہر، جنوب مشرق کی طرف علاقہ صفائیہ میں واقع ہے۔دخمہ وہ جگہ ہے جہاں زرتشتی اپنے مردوں کو کھلے آسمان تلے، ایک بلند مقام پر رکھ دیتے ہیں۔چیلیں اور پرندے مردے کا گوشت کھا لیتے ہیں۔بچی کھچی ہڈیاں کسی گڑھے یا کنویں میں پھینک دی جاتی ہیں۔انھیں مٹی میں اس لیے نہیں دبایا جاتا کہ زرتشتیوں کے نزدیک مٹی مقدس عنصر ہے اور مردے کی ہڈیاں اسے آلودہ کر دیتی ہیں۔زمین کھودنے سے مٹی کو تکلیف ہوتی ہے۔یزد میں زرتشتیوں کا دخمہ پہاڑی کی چوٹی پر ہے اور سامنے نظر آرہا تھا۔یہ ایک چار دیواری ہے جس میں میت رکھ دی جاتی تھی اور پرندے گوشت کھا لیتے تھے۔کہدوئی نے بتایا کہ اب یزد کے زرتشتی مردوں کو یہاں چوٹی پر لے کر نہیں جاتے بلکہ مٹی میں دفن کرتے ہیں۔ویسے تو یہ بات زرتشتیوں کے عقیدے کے خلاف معلوم ہوتی ہے لیکن اس کے پیچھے ضرور کوئی سماجی یا ماحولیاتی وجہ ہوگی جس کا مجھے علم نہیں ہے۔نیچے جہاں ہم کھڑے تھے وہاں زرتشتیوں کا قبرستان بھی تھا لیکن غیر زرتشتیوں کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔اس لیے قبروں کی ساخت کا اندازہ نہ ہوسکا۔جیسے کل زرتشتیوں کی مقدس آگ دیکھنے میں صرف ایک منٹ صرَف ہوا تھا، ایسے ہی آج دخمہ دیکھنے میں بھی اتنا ہی وقت لگا۔یہ سیر گاہیں نہیں تھیں بس ایک قدیم ایرانی دین کی رسوم سے آگاہی کا بہانہ تھا۔

دانشگاہ یزد میں ایک تقریب :

ہم دخمہ سے دانشگاہ یزد آگئے۔جہاں دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی کی طرف سے بیک وقت ایک دوسرے سے پیوست دو تقریبات تھیں۔ایک تقریب کو ''بررسی ارزش ہای نسخ خطی در پاکستان'' عنوان دیا گیا، جس میں میں نے پاکستان میں مخطوطات کا ایک مجموعی جائزہ پیش کیا اور پاکستان میں یزدی مصنفین کی تصانیف کے مخطوطات پر معلومات بہم پہنچائیں۔ دوسری تقریب ڈاکٹر کہدوئی کے جشن نامہ ''ہُمای ادب فارسی'' کی تقریب رونمائی تھی۔یہ جشن نامہ ڈھاکا یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے استاد ابوالکلام سرکار نے مرتب کیا ہے اور بیک وقت ڈھاکا اور قم سے شائع ہوا ہے۔اس روز یزد یونیورسٹی میں داخلے کے امتحان ''کنکور'' کے باعث پوری یونیورسٹی بند تھی اور باہر سے لوگوں کا داخلہ بھی محدود تھا۔اس لیے ہماری تقریب میں حاضری کم رہی۔چند اساتذہ وطالب علم ہی شریک ہو پائے۔آخر میں سوال وجواب کا سلسلہ ہوا۔ایک کُرد خاتون نے مجھ سے

پوچھا: کیا پاکستان میں کُردی مخطوطات بھی ہیں؟ اس سے میں متوجہ ہوا کہ ہم فہرست نگاروں کے لیے کس قدر ضروری ہے کہ خطے کی زبانوں سے واقفیت حاصل کریں۔ ممکن ہے فہرست نویسی کے دوران کوئی ایسا نسخہ سامنے آیا ہو یا آیندہ آجائے تو اس کی زبان کی تشخیص ہونی چاہئے۔ کُردی زبان فارسی رسم الخط میں ہی لکھی جاتی ہے۔ تقریب میں افغانستان کے بھی کچھ طالب علم شریک تھے جو ادبیات پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے بھی کچھ افغانی شاعر کے دیوان کے پاکستان میں نسخوں کے بارے میں دریافت کیا۔ تقریب میں شریک یزد یونیورسٹی کے ایک استاد، نوربخش قاینی کی فارسی غزلیات پر کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا نوربخش کے فارسی کلام کا پاکستان میں کوئی نسخہ ہے؟ اس سوال کا جواب تو فہرستیں دیکھ کر ہی دیا جاسکتا تھا لیکن میں نے موقع پر ہی انٹرنیٹ سے ان کو مولوی محمد شفیع کے مقالات سے نوربخش پر ان کا مقالہ دکھا دیا جس میں ان کے کلام پر بھی بحث ہے۔ یہ تقریب محدود ہونے کے باوجود مفید رہی۔ تقریب کے بعد ڈین آفس میں چائے پانی پلا کر ہمیں رخصت کر دیا گیا۔ ڈاکٹر کہدوئی کی تقریب میں ان کی بیٹی، داماد اور نواسی بھی آئے ہوئے تھے، وہ ہم سب کو دانشگاہ یزد میں طلبہ کی کنٹین پر لے آئے جہاں ہم نے دوپہر کا طالب علمانہ کھانا کھایا۔

یزد کی مزید سیر :

یزد میں دیکھنے کو بہت کچھ ہے۔ شہر کا ایک حصہ اس کی قدیم ساخت و بافت پر مشتمل ہے اور اسے محفوظ کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کچی اینٹوں سے بنا یہ شہر، وینس کے بعد دنیا کا دوسرا محفوظ شدہ شہر ہے۔ اس محفوظ شہر میں یزد میں پانی ذخیرہ کرنے کا قدیم نظام دیکھا جاسکتا ہے۔ زیرِزمین پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا اور اوپر بادگیر لگائے جاتے تھے جن سے ہوا نیچے جاتی تھی اور پانی کو ٹھنڈا رکھتی تھی۔ آب رسانی کا قدیم نظام 'قنات' بھی زیرزمین موجود ہے لیکن اب قناتیں سوکھ چکی ہیں۔ کہدوئی اور مسرت کی معیت میں ہم نے میدان امیر چقماق شامی، موزۂ آب (پانی کا عجائب گھر)، قدیم بازار، مدرسہ ضیائیہ (المعروف زندان اسکندر)، بقعۂ دوازدہ امام اور باغ دولت آباد دیکھے۔ یزد میں نقش دار کپڑا تیار کیا جاتا ہے ترمہ (Termeh) کہتے ہیں۔ اس کپڑے سے چادریں، میز پوش، کشن، دستی بیگ وغیرہ مختلف رنگوں میں بنائے جاتے ہیں۔ زیادہ مرغوب رنگ فیروزی ہے۔ یہ نہایت خوب صورت اور نفیس کپڑا ہوتا ہے ہماری کامدار ساڑھیوں سے ملتا جلتا۔ اگر آپ یزد جائیں تو ترمہ ضرور دیکھیں اور اگر جیب اجازت دے تو بطور سوغات ساتھ لیتے بھی آئیں۔

ایک نوجوان اسکالر ہادی نصر دہقانیان یزد کے مضافاتی شہر تفت میں رہتے ہیں۔ یزد گرم شہر ہے اور تفت اس کے حاشیے میں ہے۔ تفت لفظ ہی سے گرمی کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن ہادی نصر نے بتایا کہ وہاں کا درجۂ حرارت یزد سے بہت نیچے رہتا ہے۔ ہادی نصر نے محمد امین بیرنگ لاہوری (وفات: ۱۱۳۳ھ) کا فارسی دیوان مرتب کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان سے بذریعہ واٹساپ معلومات کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ وہ مجھ سے ملنے اور دیوان کا ایک نسخہ دینے تفت سے یزد آئے تھے۔

میدان امیر چقماق میں ان سے ملاقات ہوئی۔ یزد کی سیر میں تین چار گھنٹے ہمارے ساتھ رہے۔انھیں بہت مؤدب اور خاموش طبع پایا۔مشکل سے ہی چند بار زبان کھولی ہوگی۔ایک اور نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ان کا نام مہدی طباطبائی ہے۔جب انھوں نے بتایا کہ وہ خوشنویس ہیں تو میں نے ہفت بند مُلّا حسن کاشی کا ایک نسخہ انھیں دیا جو خطاطی کا بہترین نمونہ ہے۔فارسی کے ایک استاد ڈاکٹر پویان بھی ملے جو عنقریب ڈھاکا یونیورسٹی فارسی پڑھانے جارہے ہیں۔وہ بنگال کے مصنف حکیم حبیب الرحمان اور ان کی کتاب ثلاثۂ غسّالہ سے واقف تھے۔

یزد میں دیکھنے کو بہت کچھ ہے اور مجھے لگا کہ یہاں ایران کے دیگر شہروں کے مقابلے میں تاریخی مقامات زیادہ ہیں۔شاید ایران میں صرف اصفہان کو یزد کا مدمقابل کہا جاسکے۔وقت کی کمی کی باعث یزد میں بہت کچھ دیکھا نہ جاسکا اور اسے کسی اگلے سفر پر چھوڑ دیا گیا۔

چلتا پھرتا شعری قاموس :

یزد میں میرے میزبان ڈاکٹر کہدوئی بہت دل چسپ آدمی نکلے۔عالم فاضل ہونے کے باوجود بہت سادہ اطوار اور ملنسار ہیں۔گذشتہ دو دنوں میں میں نے ان کی اضافی خوبی یہ دیکھی کہ ان کا شعری حافظہ بے مثال ہے۔بات بات پر شعر پڑھنا، یا سامنے کوئی واقعہ پیش آجائے تو اسی وقت اس مناسبت سے کوئی شعر پڑھ دینا ان کا کمال ہے۔میں آخر ان سے پوچھ ہی بیٹھا کہ آپ کے دماغی کمپیوٹر میں کتنے اشعار محفوظ ہیں؟ انھوں نے کہا: ہزاروں۔اگر سامع بھی شعری ذوق رکھتا ہو تو کہدوئی کی معیت اور صحبت میں اکتائے گا نہیں۔شاید بنگال کا نان و نمک (بلکہ یوں کہنا چاہئے چاول، مچھلی) کھانے کی وجہ سے انھیں جنوبی ایشیا کے فارسی ادب سے خاص اُنس پیدا ہوگیا ہے اور اس سے متعلق ان کی کچھ کتابیں اور کئی مقالات ہیں۔انھوں نے نواب صدیق حسن خان کا تذکرہ صبح گلشن اور مصحفی کا تذکرہ عقد ثریا مرتب کر کے ایران سے شائع کیا ہے۔ابھی غنیمت کنجاہی پر کچھ لکھ رہے ہیں۔برّصغیر کے لیے ان کی خدمات پر میں نے ایک مضمونچہ لکھا ہے جو ان کے جشن نامے میں شائع ہوا ہے۔

اصفہان کا سفر :

صبح صبح (۳۰ جون) کہدوئی اپنے گھر سے تازہ ناشتہ لے آئے۔اگر ایران میں روٹی تازہ اور گرم ہو تو وہ تازہ ناشتہ ہی کہلائے گا۔ناشتے کے بعد وہ مجھے یزد بس اڈے پر لے آئے اور اصفہان جانے والی بس میں بٹھا دیا۔ان کے بقول یہ وی آئی پی بس تھی لیکن یہ زیادہ آرام دہ نہیں تھی۔اس سے بہتر بسیں پاکستان میں چلتی ہیں۔چھ گھنٹے کا طویل اور تھکا دینے والا سفر تھا۔ دو بجے اصفہان صفہ ٹرمینل پہنچا تو مہدی مومنی اور ان کا بڑا بیٹا حسین لینے آئے تھے۔اپنے گھر لے گئے۔خانم زہرہ مشاوری نے دوپہر کا کھانا سلیقے سے چن رکھا تھا۔ان کے ہاں اب اتنی بار آچکا ہوں کہ انھیں کھانے میں میری پسند و ناپسند کا اندازہ ہو چکا ہے۔ انھیں معلوم ہے میں سبزی قورمہ نہیں کھاتا جو ایرانی اپنے مہمانوں کے لیے بطور خاص پکاتے ہیں۔

میر معصوم بکھری کے کتبے کی تلاش :

سندھ کے مؤرّخ میر محمد معصوم بکھری جب اکبر کے سفیر بن کر صفوی دربار ایران آئے تھے تو انھوں نے ایران کے مختلف مقامات پر کتبات لگوائے تھے۔ پیر حسام الدین راشدی نے ان کتبات پر بہت پہلے تحقیق کی تھی۔ وہ میں نے پڑھی تھی اور حافظے میں تھا کہ اصفہان کی مسجد علی میں بھی میر معصوم کا لگوایا ہوا ایک کتبہ موجود ہے۔ اس بات کا ذکر کچھ عرصہ پہلے مشاوری سے آیا تھا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ مسجد اور کتبہ تلاش کریں۔ اس کے بعد اب میرا ایران جانا ہوا۔ میرے ذہن سے یہ بات نکل چکی تھی لیکن مشاوری کو یاد تھی۔ اس نے کہا اچھا آج موقع ہے کہ ہم اس کتبے کی تلاش میں نکلیں۔ مشاوری، مومنی ساتھ تھے۔ پہلے ہم نے مسجد علی تلاش کی۔ ایک قدیم محلے کے تنگ بازاروں اور کوچوں سے گذرتے ہوئے ہم خیابان ہارونیہ پہنچے۔ مسجد پچاس میٹر اونچے مینار کی وجہ سے پہچانی گئی۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مینار جب تعمیر ہوا تھا تو مسجد کا حصہ نہیں تھا۔ مسجد کئی سال بعد وہاں تعمیر ہوئی اور اب لگتا ہے کہ اسی مسجد کا مینار ہے۔ مسجد کا دروازہ بند تھا اور کوئی دربان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ قریبی دکان سے معلوم کیا کہ مسجد میں کیسے جائیں؟ معلوم ہوا کہ کنڈی کھٹکھٹانے سے مسجد کا خادم متوجہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خادم نے دروازہ کھول دیا۔ مسجد کے صحن میں بائیں طرف ایک ستون پر کتبہ نصب تھا۔ غور سے پڑھا تو یہی گوہر مقصود تھا۔ یہ بھورے رنگ کا پتھر ہے اور لکھائی بھی اسی رنگ میں ہے۔ درمیان سے ٹوٹ چکا ہے لیکن ٹکڑے جوڑ دیے گئے ہیں اور تحریر محفوظ ہے۔ بارہ اشعار آمنے سامنے، اور کچھ دو کالم کے درمیان خالی جگہ پر لکھے ہیں۔ حاشیے پر میر معصوم نے یہ وضاحت کی ہے: ''درحینی کہ از ھند برسالت نزد شاہ عالم پناہ فلک بارگاہ شاہ عباس آمدہ بود از ایروان در سنہ ۱۰۱۳ مرخص شدہ بود، باینجا رسید۔ این چند بیت از خمسہ کہ درراہ باتمام رسیدہ بود، ثبت [گردید/شد] قایلہ وراقمہ محمد معصوم الحسینی النامی۔'' میر معصوم نے یہ کتبہ ۱۰۱۳ھ (۱۶۰۴ء) میں لگوایا تھا جب وہ سفیر بن کر شاہ عباس کے پاس آیا تھا اور رخصت ہو کر ایروان سے اصفہان پہنچا تھا۔ کتبے میں درج فارسی اشعار خود میر معصوم کے خمسے سے ہیں جو اسی سفر کو پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اصفہان کی ایک مسجد میں اپنے ہم وطن کا کتبہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسجد علی تاریخی ہے اور اس کی قدامت اس کے در و دیوار سے ظاہر ہے۔ نقش و نگار باقی ہیں لیکن اب آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ ہے۔ مسجد کے بالمقابل ہارون ولایت کا مقبرہ ہے۔ وہاں بھی گیا۔ قریب ہی میدان امام علی ہے جو اصفہان کے معروف میدان نقش جہاں کی نقل ہے لیکن یہاں دکانوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہیں بیٹھ کر میں نے اپنے پسندیدہ ایرانی پھل طالبی کا رس پیا۔ اسی دوران میں مشاوری کے جاننے والے ایک صاحب محسن سامع بھی ہم سے آملے۔ یہ بھی بات بات پر شعر پڑھتے ہیں۔ ابھی یزد سے کہدوئی کی شعر خوانی کے حصار سے نکلا ہی تھا کہ اصفہان کے سامع کی شعر خوانی کے چنگل میں پھنس گیا۔ میں نے از راہ مزاح کہا آپ کا نام سامع نہیں ناطق ہونا چاہئے، سامع تو ہم بے چارے ہیں۔ اس پر وہ کچھ جھینپ سے گئے۔ وہاں سے واپسی پر خیابان چار باغ عباسی میں چہل قدمی کی۔ یہ ایک بہت ہی عریض دو رُویہ بازار ہے۔ دونوں طرف

دکانوں کے آگے کشادہ پیادہ رو، ان کے درمیان ایک اور راستہ اور راستے کے بیچوں بیچ چھوٹی سی مصنوعی آبجو بہتی ہے۔ تمام راستے اور پیادہ رویں، درختوں، سبزے اور پھولوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ یہ اصفہان کی خوب صورت ترین سڑکوں میں سے ایک ہے۔

رات کے کھانے کے لیے مومنی نے گھر کے صحن میں باربی کیو کا انتظام کیا تھا۔ کھانے کے بعد حسین اور علی نے گٹار بجا کر لطف دوبالا کر دیا۔

اصفہان کے باغ میں یادگار دن :

کل سامع نے بتایا تھا کہ اصفہان کے مضافات میں ان کے کسی دوست کا ایک باغ ہے جہاں چند روز پہلے انھوں نے بڑا اچھا دن گذارا تھا۔ اگر ہم بھی چاہیں تو وہاں جا کر تفریحاً کچھ وقت گذار سکتے ہیں اور وہ ان کے میزبان بنیں گے۔ ولی راولی می شناسد، ایرانی ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ مومنی کہنے لگے سامع نے ''تعارف'' کیا ہے یعنی اوپر اوپر سے دعوت دی ہے۔ جسے ہم پنجاب والے ''صلح مارنا'' کہتے ہیں۔ مشاوری نے مشورہ دیا اگر صلح بھی ماری ہے تو سامع کو اس کی قیمت چکانا ہوگی۔ چنانچہ سامع سے طے ہوا کہ ہم یکم جولائی کو ناشتہ اسی باغ میں کریں گے۔ اہل خانہ نے ناشتے کا سامان گاڑی میں رکھا، بچوں کو ساتھ لیا اور اصفہان سے باہر علاقہ جی شیر کی خیابان سروستان کے ایک باغ میں جا پہنچے۔ آلوچے، انگور اور توت کے درخت تھے۔ ایک نوجوان باغ دار یا باغ کی حفاظت پر مامور تھا جو افغانستان کے حالات سے تنگ آ کر اصفہان آگیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ افغانستان میں یونیورسٹی کا طالب علم تھا اور علم زراعت میں بی اے کر رہا تھا۔ مجھے اس کے حالات پر بہت رحم آیا۔ افغانستان کے داخلی انتشار نے نوجوانوں کے کیا کیا خواب منتشر کر دیئے ہیں۔ باغ کا مالک جو بھی تھا، ہم اسے نہیں جانتے تھے،. بہت ہی تکمیل پسند تھا۔ اس نے باغ میں کھانے پکانے کا تمام سامان، برتن، نمک مرچ وغیرہ پہلے ہی مہیا کر رکھا تھا اور ہمیں کوئی چیز باہر سے نہیں لانا پڑی۔ ناشتہ کرتے کرتے جب گیارہ بارہ بج گئے اور باغ کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہم پر خمار چھانے لگا تو فیصلہ کیا گیا کہ اتنا اچھا ماحول چھوڑ کر کیوں سب لوگ گھروں کو جائیں۔ لہٰذا دوپہر کا کھانا بھی وہیں تیار ہوگا۔ مومنی گاڑی پر سوار ہوئے اور قریبی کسی دکان سے مرغ کٹوا لائے۔ مشاوری نے بوٹیوں پر مصالحہ اور آب لیمو لگایا کہ بوٹیاں نرم ہو جائیں، پھر انھیں سیخوں پر پرو دیا۔ سامع نے لکڑیاں جلائیں۔ سیخوں کو کوئلوں پر رکھیں۔ حسین اور علی پنکھے سے آگ کو ہوا دینے لگے۔ لیجیئے کباب تیار ہو گئے۔ تازہ نان اور لسّی کے ساتھ ان کبابوں نے جو لطف دیا اس کا کیا بیان؟۔ آقائے سامع ہو اور سامعین بھی ہوں اور شعر خوانی نہ ہو، یہ کیسے ممکن تھا؟ چنانچہ کھانے کے بعد انھوں نے ہماری فرمائش پر شعر پڑھے۔ کہنے لگے۔ کچھ عشقیہ۔ کچھ مزاحیہ۔ کہنے لگے یہ شعر سادات ناصری کا ہے (ایک سادات ناصری دانشگاہ تہران کے استاد ہوا کرتے تھے):

ازین گاو ریشان گرفتہ مرا دل

چہ ضحاک ظالم، چہ حدّاد عادل

ہم صبح ساڑھے آٹھ بجے سے اس باغ میں تھے۔اب عصر کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ یہاں سے جانے کو جی تو نہیں چاہ رہا تھا،لیکن چھ بجے ڈاکٹر سعید شفیعیون سے ملاقات کا وقت طے تھا۔ناچار واپس گھر پہنچے۔

مقبرہ صائب پر تقریب :

شفیعیون ٹھیک چھ بجے مشاوری کے دروازے پر پہنچ گئے اور مجھے اپنے ساتھ لے کر پہلے اپنے گھر گئے۔میں نے انھیں اپنی کتاب مقالات عارف جلد سوم پیش کی۔انھوں نے حال ہی میں دیوان امیدی رازی مرتب کر کے شائع کیا ہے اس کا ایک نسخہ مجھے دیا۔کہنے لگے آج یوم صائب ہے اور اس کے مقبرے پر شعر خوانی اور موسیقی کی ایک تقریب ہے،وہاں چلتے ہیں۔چنانچہ مجھے صائب کے مزار پر لے گئے۔وہیں راضیہ معتمدی اور اس کے بیٹے امیر سے ملاقات ہوئی۔دراصل میں نے ہی ان کو وہاں ملاقات کے لئے بلایا تھا۔راضیہ میرے لئے بہت ہی خوبصورت گلدستہ لے کر آئی تھی۔مجھے دے کر وہ رخصت ہوگئی۔مجھے سوجھا کہ میں یہ بھاری بھرکم گلدستہ کہاں اپنے ساتھ اٹھائے پھروں گا۔مناسب ہوگا اسے صائب کی قبر پر رکھ دیا جائے۔تقریب میں ہمارے ساتھ اصفہان یونیورسٹی کے ڈاکٹر غلام حسین شریفی بھی تھے جنھوں نے دیوان اسیر شہرستانی پر کام کیا ہے۔انھوں نے اسٹیج پر جا کر اعلان کروادیا کہ حاضرین میں ایک پاکستانی مہمان بھی ہے جو صائب کے بارے میں کچھ کہیں گے۔مجھے اسٹیج پر بلالیا گیا۔برسبیل تذکرہ میں نے پاکستان اور جنوبی ایشیا میں صائب کی مقبولیت پر چند جملے کہے۔تقریب میں اصفہان کے منطقۂ یک کے شہردار موجود تھے میں نے ان سے اوپر آنے کو کہا اور ان کی معیت میں وہ گلدستہ صائب کی قبر پر رکھ دیا۔اس طرح یہ ایک باقاعدہ تقریب بن گئی۔اس تقریب میں ایرانیوں کی طرف سے تو پھول چڑھانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا لیکن ایک پاکستانی کی طرف سے اس قدم سے ایک اچھا ماحول بن گیا۔اگرچہ یہ گلدستہ بھی ایک ایرانی ہی کا تھا!

شفیعیون اور میں تقریب کو بیچ میں چھوڑ کر رات کا کھانا کھانے میدان نقش جہان کے پچھواڑے واقع ہوٹل کریاس چلے گئے۔کھانا کھا کر میدان نقش جہان کے اندر جا کر رات کے اندھیرے میں محض تصویریں کھنچوائیں اور واپس آگئے۔

—(جاری)

حوالہ جات :

(۱) لفظ ثبت کے بعد پتھر ٹوٹا ہوا اور مرمت شدہ ہے۔صرف لفظ دال موجود ہے،قیاساً گردید یا شد پڑھا گیا ہے۔

(۲) اتفاق سے انھی دنوں ڈاکٹر نور السعید اختر (جن کا ذکر ان سفرناموں میں گذر چکا ہے) کا ایک مقالہ ''سندھیا اورینٹل لائبریری اجین میں عربی و فارسی مخطوطات''،مطبوعہ اردو نامہ ممبئی،نومبر ۲۰۱۲ تا اپریل ۲۰۱۳ ص ۸۰ / ۸۷ نظر سے گذرا،جس کی تمہید میں انھوں نے اجین میں میر معصوم بکھری کے لگوائے ہوئے دو ایسے ہی کتبوں کی عبارت نقل کی ہے۔میں یہ سوچتا رہا کہاں اجین کہاں اصفہان،میر معصوم

کی خوش ذوقی کے نمونے مشرق ومغرب میں پائے جاتے ہیں۔ اجین کے کتبے وہاں ایک قدیم کنڈ (آرام گاہ) کے درمیان واقع ایک چو گوشہ عمارت کے ستون پر نصب ہیں۔ نورالسعید اختر نے ایک کتبہ تو صاف نقل کیا ہے، دوسرے کتبے کی عبارت قدرے مخدوش ہے۔ کتبوں کی عبارت یہ ہے:

(۱) ''بتاریخ ۴۴ رسال الٰہی موافق ۱۰۰۸ ارایات ظفر آیات عازم تسخیر دکن زد۔ باین جا عبور افتاد۔

نامی ز فلک دوش دلم کرد سوال   کز رفتہ و آیندہ بیان کن احوال

گفتا چہ خبر ز رفتگان نیست اثر   آیندہ چو رفتہ آن چہ میبری؟ حال

راقمہ محمد معصوم نامی البھکری''

''بتاریخ ۴۵ رسال الٰہی موافق ۱۰۰۹ حضرت خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ملک دکن وخاندیش را فتح کردہ (بمراد) تفویض نمودہ مراجعت فرمود۔ در گجرات فتح خاندیش ودکن چون کردہ، شاہ عازم نزہت گہ معمور شد۔

یک بنای فرمود آنگاہ گفت (کذا)   شاہ والا عازم لاھور شد

یک عدد نامی فرد .... دنگاہ   ....

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تاکہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

خیر التابعین حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

● سید محمد نیر رضوی ــــ سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

خانقاہ عالم پناہ، خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بہار سے وابستہ مشائخین اور مصنفین کا روز اول سے یہی طریقہ کار رہا ہے کہ وہ جب کبھی کسی عنوان کو علمی بحث کا موضوع بناتے ہیں تو تمام نقطہ ہائے نظر سے تحقیق کرتے ہیں اور پوری سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اسے ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ وہ صحیح معنی میں پہلے محقق بنتے ہیں پھر مصنف بننے کی سعی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں اس ضمن میں ایسے قابل فخر محققین اور ایسے قابل صد احترام مصنفین کی ایک لمبی فہرست مرتب کی جاسکتی ہے جس میں فیاض المسلمین حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادری ؒ محی الملۃ والدین حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری ؒ، امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ نظام الدین قادری ؒ مولانا حافظ شاہ شہاب الدین قادری ؒ، امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری ؒ، رئیس المورخین مولانا حکیم سید محمد شعیب رضوی نیرؔ پھلواروی ؒ، حکیم سید یوسف رضوی پھلواروی ؒ، حضرت مولانا سید شاہ نسیم قادری پھلواروی ؒ، مولانا سید شاہ عون احمد قادری ؒ، مولانا سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری ؒ اور مولانا سید ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ؒ وغیرہ کا نام نامی نمایاں طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں بھی فخر المتوکلین، معجزۂ امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری ؒ، حضرت مولانا سید شاہ امین اللہ قادری مدظلہ العالی، حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری صاحب مدظلہ العالی، حضرت مولانا سید شاہ بدر احمد مجیبی حفظہ اللہ، شاہ عمید الدین قادری مدظلہ العالی، شاہ سعد اللہ قادری مدظلہ العالی، مولانا شاہ مشہود احمد قادری ندوی مدظلہ العالی، شاہ فتح اللہ قادری مدظلہ العالی، شاہ وجہہ اللہ قادری ؒ، مولانا منہاج الدین مجیبی، شاہ فصیح الدین عاصم قادری، محمد اشفاق اللہ قادری، وغیرہ کا نام نامی بہت اہم ہے جو پوری سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کرتے ہیں اور پھر قلم اٹھاتے ہیں۔ یہ حضرات مضمون نویسی کے تقاضوں کے ساتھ انصاف کرنے کا فن جانتے ہیں۔ ماشاء اللہ! یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل ہنوز جاری ہے اور علمی وراثت نہایت قرینہ سے منتقل ہو رہی ہے۔ اسی کڑی میں حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری ؒ بن فیاض المسلمین حضرت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری ؒ، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی شخصیت بہت ہی اہم علمی شخصیت ہے۔ آپ اگر چاہتے تو مختلف یونیورسٹیوں سے پی ایچ ڈی

کی کئی ڈگریاں لے لیتے مگر ایسی کسی خواہش کے بغیر تحقیق کے میدان میں جو خدمات انہوں نے انجام دیں وہ خدمات لازوال ہیں۔ یہاں مقصد واضح ہے کہ عاشقان رسول ﷺ کے روشن واقعات سے زمانہ کو روشناس کرایا جائے۔ حضرت قمر طلعت، امیر شریعت ثالث مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری بن فیاض المسلمین حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری پھلواروی ؒ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں۔ یہ کتابیں نہایت قیمتی اثاثہ ہیں جن سے ملت اسلامیہ مستفیض ہو رہی ہے۔ ان معرکۃ الاراء تصانیف میں حلقۂ ذکر، کلمات قدسیہ، مکاتیب، النسبۃ الاویسیہ، خطبہ صدارت، کلام، ایصال ثواب، سماع اور اس کی تاریخی اور شرعی بصیرت وغیرہ کافی اہم ہیں۔ ان کی کتابوں میں ایک بہت ہی اہم کتاب ہے: ''النسبۃ الاویسیۃ''۔ مصنف نے اس کتاب میں خیر التابعین حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ سوانحی معلومات فراہم کی ہیں۔ حضرت سید شاہ عمید الدین قادری مدظلہ العالی بن سید شاہ عماد الدین قادری ؒ بن حضرت قمر طلعت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری ؒ اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

''زیر نظر کتاب نسبت اویسیہ اسی تحقیق کی کوشش ہے۔ حضرت جدی قمر طلعت جناب سید شاہ قمر الدین قادری علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کی نسبت اور ان سے متعلق تمام سارے سوانحی معلومات انتہائی تلاش و جستجو اور تحقیقی حوالہ کے ساتھ رقم فرمایا ہے تاکہ صوفیانہ مذاق رکھنے والے حضرات اس سے مستفید ہو سکیں۔''

حضرت قمر طلعت مولانا شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی ؒ نے خیر التابعین حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ معلومات فراہم کرنے کی غرض سے متعلقہ دیگر کتب کے علاوہ جن اہم اور مستند کتابوں کا مطالعہ کیا وہ اس طرح ہیں:

''صحیح مسلم: باب فضائل اُویس قرنی رضی اللہ عنہ، مسند حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، مکتوبات لمعات بدریہ، مکتوب یازدہم: حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری، منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ: حافظ تقی الدین احمد بن تیمیہ دمشقی حنبلی، تذکرۃ الکرام: مولانا شاہ ابوالحیٰوۃ قادری پھلواروی، حلیۃ الاولیاء: حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی، طبقات الاصفیا: حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی، اکمال فی اسماء الرجال: شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفۃ الصحابہ: علامہ ابن اثیر اسد الغابہ، حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد قاری، شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اکمال اکمال: شرح صحیح مسلم: ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابوشانی المالکی، مکمل اکمال الکمال: امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف السنوسی، مستدرک: حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، تلخیص المستدرک: حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: علامہ قاضی شہاب الدین ابوالفضل ابن حجر العسقلانی، مرقاۃ: شرح مشکوٰۃ: ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ، تہذیب التہذیب: علامہ ابن حجر، لسان المیزان: علامہ ابن حجر، میزان الاعتدال: حافظ شمس الدین محمد بن ذہبی، شرح صحیح مسلم: امام محی الدین نووی، الطبقات الکبیر: محمد بن سعد بن منبع الہاشمی کاتب الواقدی، التاریخ الکبیر: حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین بن عساکر الشافعی، تذکرۃ الاولیاء: حضرت شیخ فرید الدین عطار ؒ، السمط المجید: احمد قشاشی۔''

ذکر کردہ تقریباً پچیس مستند کتابوں کے حوالہ جات اور دیگر متعلقہ کتب کے تفصیلی بیانات کی روشنی میں حضرت اُویس قرنیؓ کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپؓ سرکار دوعالم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد پاک میں ایمان باللسان وایمان بالقلب سے مشرف ہوئے۔ آپؓ کی والدہ بہت بیمار رہتی تھیں لہٰذا ہمیشہ اُن کی خدمت میں رہتے تھے اور یہی سبب بنا کہ آپؓ کو رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا کیونکہ ان کو ان کی والدہ کی خدمت مانع رہی اور محض یہی وجہ ہے کہ آپؓ کا شمار ''اصحاب رسول ﷺ'' میں نہ ہوکر ''تابعین'' میں ہوتا ہے۔ آپؓ کا شمار تابعین کے طبقہ اولیٰ میں اول نمبر پر ہوتا ہے اس لئے آپؓ ''سید التابعین'' اور خیر التابعین'' کہلاتے ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن عامر بھی ہے مگر شہرت ''اُویس قرنی'' کے نام سے ہوئی۔ آپ کی کنیت ''ابوعمر و القرنی'' ہے۔ آپ کے سن پیدائش سے مورخین تمام تحقیق کے باوجود ابھی تک لاعلم ہیں اور اسی طرح تلاش بسیار کے باوجود محققین آپ کے خاندان کے بارے میں بھی کوئی مستند روایات دستیاب نہیں کرسکے۔ آپ کے والد کا نام عامر بن جز ابن مالک ہے۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے اور یمن میں ان کی والدہ کے سوا ان کا کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ یمن کے قبیلہ مراد اور اس کی شاخ قرن سے وابستہ تھے۔ ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ قرن ان کے گاؤں کا نام ہے۔ اس قبیلہ نے کوفہ میں بود وباش اختیار کرلی تھی۔ وہ اللہ کے متقی بندہ تھے، زاہد وعابد تھے۔ مزاج میں بے پناہ انکسار وتواضع تھا۔ خود کو گمنامی میں رکھنا پسند فرماتے تھے یعنی مستور الحالی اور گمنامی پسند کرتے تھے۔ آپؓ اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ حافظ کبیر ابوالقاسم بن عساکر نے ''تاریخ الکبیر'' میں آپؓ کا حلیہ مبارک اس طرح بیان کیا ہے:

''وہ ایک پر گوشت گندمی رنگ کے آدمی ہیں، حساس، سر حلق کرائے ہوئے، گھنی داڑھی، غبار آلود مکروہ صورت اور مکروہ منظر۔ ان کے جسم پر صوف کا ازار اور صوف کی چادر ہے۔''

خیر التابعین حضرت سیدنا اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظاہری آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا تھا مگر آپ ﷺ نے ہی ان کی بشارت دی اور اُن کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وصیت فرمائی۔ چنانچہ خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں ایک بار اہل کوفہ سے ایک وفد حضرت عمر فاروقؓ سے ملنے آیا، اس وفد میں ایک شخص حضرت اُویس قرنیؓ کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے آواز دی اور کہا کہ ''کیا یہاں پر قرنیوں میں سے کوئی ہے؟'' ایک شخص نے حامی بھری اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ:

''یمن سے ایک آدمی تمہارے پاس آئے گا جس کو اُویس کہا جاتا ہے۔ وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا اس کو برص کا مرض تھا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی اللہ نے ان کی سفیدی کو ختم کردیا صرف دینار یا درہم کے بقدر باقی رہ گیا ہے۔ تم میں سے جس کسی سے ان کی ملاقات ہو ان کو تم لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے۔''

حضرت عمر فاروقؓ کا معمول تھا کہ ان کے پاس اہل یمن کا کوئی وفد آتا یا کوئی مدد آتی تو آپؓ ضرور پوچھتے کہ ”کیا تم میں سے کوئی اُویس بن عامر ہیں“۔ بالآخر حضرت عمر فاروقؓ کو اُن کا تجسس حضرت اُویس قرنیؓ کی خدمت میں لے آیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اُن سے کہا:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اگر کسی چیز کے لئے اللہ پر قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ پاک اس کو پورا فرما دیتا ہے۔ تم ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرانا، چاہو تو ان کے پاس جاؤ۔ لہٰذا آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔“

چنانچہ حضرت اُویس قرنیؓ نے مغفرت کی دعا کی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے انہوں نے کوفہ جانے کی خواہش ظاہر کی تو امیر المومنین نے فرمایا میں وہاں کے گورنر کو آپ کے بارے میں کچھ تحریر کر دیتا ہوں۔ مگر حضرت اُویس قرنیؓ نے جواب دیا مجھے لوگوں سے خفا میں رہنا زیادہ پسند ہے۔

عاشق رسولؐ حضرت اویس قرنیؓ کے اوصاف حمیدہ بتا رہے ہیں کہ وہ ایک صوفی تھے۔ ہر وقت یاد خدا و رسول میں مشغول رہتے تھے۔ خود کو فنافی الرسولؐ کر دیا تھا اور ظاہری اوصاف سے غائب ہو گئے تھے۔ اہل حق اور صاحبان نظر کی تحقیق کے مطابق بصرہ اور کوفہ میں اُموی گورنروں نے ظلم و بربریت کی حد پار کر دی تھی۔ چنانچہ یہی وہ شہر ہیں جو تصوف کا پہلا مرکز بنے اور یہیں سے تصوف ایک تحریک کی شکل میں ہندوستان سمیت دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی۔ اس پہلے گروہ کا عہد ۶۶۱ء سے ۸۵۰ء تک مانا جاتا ہے۔ اس گروہ کے سرکردہ صوفیائے کرام کی فہرست میں پہلا نام حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی ہے۔ اس گروہ میں حضرت اُویس قرنیؓ کے علاوہ چھ اور اہم نام اس طرح ہیں: حضرت حسن بصریؒ، حضرت مالک بن دینارؒ، حضرت محمد واسعؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ۔ بلاشبہ ان صوفیائے کرام کے علاوہ عالم اسلام کی دیگر بزرگ شخصیات بھی اس گروہ میں شامل ہیں مگر خیر التابعین حضرت اُویس قرنیؓ کی شخصیت سرفہرست ہے۔ جناب شاہ عمید الدین قادری مدظلہ العالی نے درست فرمایا کہ حضرت اُویس قرنیؓ کے سوانحی معلومات ”صوفیانہ مذاق“ رکھنے والوں کے لئے نہایت مفید اور کارگر ہیں۔ چنانچہ حضرت اُویس قرنیؓ سمیت اہل تصوف کا یہ پہلا گروہ عاشقان رسول ﷺ کا وہ گروہ ہے جس نے نبی کریمؐ کے احکامات کو اپنی زندگی میں اتارا اور اس پر سختی سے عمل کیا۔ ان صوفیائے کرام نے سلطنت سے علاحدگی اختیار کر کے ساری زندگی عبادت و ریاضت میں صرف کر دی۔ سلطنت کا کوئی حاکم یا عہدیدار ملاقات کرنا چاہتا تو یہ ان سے ملنا پسند نہیں فرماتے اور اگر ملاقات ہو جاتی تو وہ پوری طاقت و ہمت سے اس کی خامیاں اس کے سامنے بیان کرتے جب کہ اس زمانہ میں ایسی ہمت کرنا، جان سے ہاتھ دھونے کے مترادف تھا۔

أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ط—(الزمر:۲۲)

خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے بہت سے گوشے ابھی بھی تاریخ عالم سے پوشیدہ ہیں۔ مثلاً ان کا بچپن کس طرح گذرا، حصول تعلیم کہاں اور کس طرح ہوا اور اُن کے آباؤ اجداد کا پیشہ کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ بود و باش اور ذریعہ معاش کے بارے میں محققین ومورخین اور تذکرہ نویسوں کی رائے ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے صوفی فقیر تھے۔ پھر بھی شتربانی کیا کرتے تھے اور اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اس سے ملنے والی مزدوری سے اپنی اور اپنی والدہ کے خورد ونوش کا انتظام کرتے۔ کھجوروں کی گٹھلیاں جمع کرتے اور اسے فروخت کر کے کھجوریں خریدتے۔ راستے میں پڑی خستہ حال کھجوریں مل جاتیں تو اسے افطاری کے لئے رکھ لیتے اور زیادہ مل جاتیں تو راستے میں تقسیم کر دیتے۔ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک شکستہ حال مکان میں یا کسی بوسیدہ سائبان میں رہائش پذیر تھے مگر وہ اکثر اوقات جنگلوں میں ہی گذارتے تھے۔ غرض گھربار، غذا، لباس اور ایسے ہی دیگر علائق دنیوی سے بے فکر تھے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے جب حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ملاقات میدان عرفات میں ہوئی تو دونوں نے آپؓ کو حضور نبی کریم ﷺ کا سلام پہنچایا اور دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ دعائے مغفرت سے جب فارغ ہوئے آپؓ کی خستہ حالی کے پیش نظر فرمایا کہ چند ساعت تشریف رکھیں تاکہ ہم آپ کے لئے کچھ زادِ راہ کا انتظام کرسکیں۔ مگر آپؓ نے اپنی جیب سے دو درہم نکال کر کہا کہ دیکھئے! یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے اگر آپ یہ ضمانت دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ کا جو جی چاہے ورنہ ہمارے لئے یہ دو درہم ہی کافی ہے۔

خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصول تعلیم کے بارے میں اہل حق کا اجماع ہے کہ خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے روحانی طور پر براہ راست فیض وعلم حاصل کیا تھا اور اکتساب علم کیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی توجہ خاص تھی اور غائبانہ لطف وکرم تھا۔ حافظ نعیم احمد ابن عبد اللہ الاصبہانی ''حلیۃ الاولیاء'' میں فرماتے ہیں:

''اُویس بن عامر تابعین کے طبقہ اولیٰ سے ہیں۔ وہ عابدوں کے سردار، روشن دل زاہدوں کے نشان عامر قرنی ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی بشارت دی ان کے بارے میں اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی۔''

ابن سعد نے طبقات جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۸۳ (اردو) پر تحریر کیا ہے کہ سلام بن مسکین فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دوست اس امت میں اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

اسی طرح علامہ محمد اسلم جیراجپوری ''نوادرات'' میں ابن سعد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ:

''جنگ صفین میں ایک شامی نے لشکر سے نکل کر پکارا کہ کیا تم کوفے والوں میں کوئی اُویس قرنی ہیں!؟ لوگوں نے کہا کہ ''ہاں'' اس نے کہا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ اُویس قرنی تابعین میں سب سے بہتر ہے''

حضور داتا گنج بخشؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' میں آپؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن سے آپؓ کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے کہا کہ یا حضرت! وہ تو ایک دیوانہ ہے۔ آبادی سے دور ویرانہ میں ہی پڑا رہتا ہے، نہ کسی سے ملتا ہے، جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ کھاتا ہے غم اور خوشی سے ناواقف ہے۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔''

اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی شرح اردو کے حوالہ سے مظاہر حق جدید میں ایک مستند روایت حضرت سعید بن مسیّب سے اس طرح رقم کی گئی ہے کہ:

''ایک سال حج کے موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے اہل قرن کو پکارا اور پوچھا۔ کیا قرن میں اُویس نام کا کوئی آدمی ہے۔ اہل قرن میں سے ایک معمر شخص نے اٹھ کر جواب دیا ہم لوگوں میں رہنے والا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ مگر ایک دیوانہ صفت اُویس نامی ضرور ہے جو کہ جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ الفت وانسیت رکھتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کے ساتھ صحبت واختلاط کا روادار ہے''

احب الاولیاء الی اللہ الا تقیاء الا خفیاء

اس امر سے قطع نظر کہ آپؓ نے کس قسم کی تعلیم حاصل کی، بلا شبہ ایسی تعلیم حاصل کی کہ اہل حق آپؓ کو رسول اکرم ﷺ کا عاشق صادق کہتے ہیں۔ آپؓ نے کوشش کے باوجود رسول اکرم ﷺ کی زیارت ظاہری آنکھوں سے نہیں کی مگر روحانی طور پر آپ کی تعلیم وتربیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے لپٹ کر ہوئی تھی۔ آپؓ کا عشق رسولؐ اور فرط محبت میں جنون کا یہ عالم تھا کہ دیوانوں کی طرح برہنہ پا گلیوں میں پھرا کرتے اور لڑکے پریشان حال اور خستہ حال دیکھ کر مجنوں اور دیوانہ سمجھتے ہوئے پتھر مارتے۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ جسم سے خون بہنے لگتا۔ مگر آپؓ کے عفوو درگذر کا یہ حال تھا کہ فرماتے: مجھے بڑے پتھروں سے نہ مارا کرو۔ میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بے وضو یاد الٰہی تو کر نہیں سکتا۔ وضو ٹوٹ جانے کی فکر شریعت کے تقاضے کو نمایاں کرتی ہے جب کہ حلم وعفو طریقت کے تقاضے کو نمایاں کر رہی ہے۔

غرض اہل طریقت فرماتے ہیں کہ ابتدا ہی سے عفوو درگذر صوفیائے کرام کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ہمارے والد مولانا سید شاہ نسیم قادریؒ اس گنہگار سے فرماتے تھے کہ سلسلہ اُویسیہ نبویہ کے عظیم نمائندہ امان المستجیرین حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری قدس سرہ کے دور سجادگی میں ایک چور خلوت میں چوری کرنے کی غرض سے چوری چھپے آگیا۔ یہ وقت حضرت کے تہجد کا وقت تھا۔ جیسے ہی چور نے کچھ آواز سنی تو خلوت میں بچھی چوکی کے نیچے چلا گیا اور وہاں جا کر نیند میں غرق ہوگیا۔ حضرت جب تہجد اور دیگر اذکار واشغال سے فارغ ہوئے تو بس یکبارگی باہر نکل آیا اور کہنے لگا: حضور! میں چور ہوں اور چوری کرنے کی نیت سے یہاں آیا تھا مگر اب مجھے معاف کر دیجئے۔ اب چوری نہیں کروں گا۔ توبہ کرتا ہوں! حضرت نے فرمایا: اللہ کے حضور دل سے توبہ کر۔

اور پھر حضرت نے اسے معاف کر دیا۔ اسی طرح حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ اپنی تصنیف ''سوانح حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی''، میں بیان فرماتے ہیں کہ پھلواری میں ایک شخص حضرت مولانا شاہ امان اللہ قادری پھلورویؒ کے خلاف زہر افشانیاں کیا کرتے تھے مگر آپؒ نے کبھی بھی ان کی گستاخیوں کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے اپنے صاحبزادہ کو بھیجا اور پھر خود بھی ان کی قبر پر گئے اور وہاں کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی۔

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

اللہ رب العزت نے خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صالح فطرت عطا فرمائی تھی۔ لوگوں سے کم ملنے جلنے کی وجہ سے کوئی آپؓ کو مغرور کہتا تو کوئی آپؓ کی مفلسی دیکھ کر آپؓ کا مذاق اُڑاتا مگر آپؓ کبھی بھی تمسخرانہ باتوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ فجر کی نماز سے قبل گھر سے نکل جاتے اور عشاء کی نماز کے بعد ہی گھر لوٹتے۔ حصول قرب الٰہی کے واسطے جنگل میں محو عبادت رہتے۔ آپؓ کے ذوق عبادات اور مجاہدات کے بارے میں مولانا معین الدین ندوی ''سیر الصحابہ'' میں بیان کرتے ہیں:

''آپؓ ساری رات قیام میں گذار دیتے، دوسری رات آپؓ رکوع میں گذار دیتے اور اسی طرح تیسری رات آپؓ سجدہ میں گذار دیتے۔''

تذکرہ نویس فرماتے ہیں کہ آپؓ اکثر و بیشتر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے تھے کہ:

''یا الٰہی میں تجھ سے بھوکے پیٹ اور برہنہ بدن کی معذرت چاہتا ہوں۔ غذا جو میرے پیٹ میں ہے اور لباس جو میرے بدن پر ہے، کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔''

حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں لکھا ہے:

''ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے کہ میں نے ان کی قوم کے ایک آدمی سے پوچھا کہ اُویس نے یہ قدر و منزلت کیسے پائی۔ انہوں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔''

خیر التابعین، عاشق رسولؐ حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گذر بسر کے لئے رزق حلال کماتے، عبادت و ریاضت اور یاد الٰہی کے لئے خلوت اور تنہائی پسند فرماتے۔ ممکن ہے کہ اللہ رب العزت نے آپؓ کو یہ درجہ فضیلت اپنی والدہ کی بے پناہ خدمت گذاری کے عوض عطا کیا ہو۔ آپؓ عشق رسول ﷺ میں سرتاپا مستغرق رہتے۔ زیادہ تر تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ غزوہ اُحد میں رسول اکرم ﷺ کا دندان مبارک جب شہید ہوا تو آپؓ نے بھی یکے بعد دیگرے اپنے سبھی دانت توڑ ڈالے۔ عاشق صادق حضرت اُویس قرنیؓ کے فنافی الرسولؐ ہو جانے کی بنیاد پر مصنف نے اپنی کتاب ''النسبۃ الاویسیۃ''، میں ''نسبت اُویسیہ نبویہ'' کے پیش نظر، تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کے اس بیان کو بہت اہمیت دی ہے

جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی، ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے آپ کو سلام بھجوایا ہے اور اپنا خرقہ بھی آپ کو بھیجا ہے۔ان دونوں واقعات کو جامیؔ نے کیا خوب انداز سخن عطا کیا ہے:

در عشق تو دندان شکستہ است بہ اُلفت

تو جامہ رسانید اُویس قرنی را

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء (باب دوم) میں خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایک معتبر حدیث مبارک تحریر کی ہے، فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روز محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلوے میں جو اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ ہوں گے، اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا تا کہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔''

اسی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' میں ایک اور مقام پر یہ تحریر ملتی ہے کہ:

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ ومضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ اور مضر دو ایسے قبیلے تھے جو کثرت سے بھیڑیں پالتے تھے) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اصرار پر فرمایا کہ وہ اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔''

تذکرہ نویسوں نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کے متذکرہ بالا اہم ارشادات کے علاوہ اور بھی بہت سارے ارشادات کو ضبط تحریر میں لایا ہے جس کی بنیاد پر سید التابعین، خیر التابعین، صاحب دل اور سچا عاشق رسولؐ، حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات عالیہ کا اندازہ ہوتا ہے۔حضرت اُویس قرنیؓ کی وفات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔کسی محقق کے نزدیک وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے ساتھ جنگ صفین میں بطور شیعان علی شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ایک اور تحقیق سامنے آئی ہے جو مستند روایات کی بنا پر حقیقت سے قریب تر دکھائی دیتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آذربائجان پر ہوئے غزوہ میں شامل تھے۔وہاں سے لوٹنے کے بعد بیمار ہوئے اور وفات پائی۔صاحب اکمال اکمال المعلم نے کہا ہے کہ جس منزل پر لوگ ٹھہرے تھے وہاں ایک کھودی ہوئی قبر، بہتا پانی، کفن اور خوشبو ملی۔ چنانچہ وہیں غسل دیا گیا ان کی تکفین کی گئی اور نماز جنازہ پڑھی گئی مگر جب سبھی پھر لوٹ کر آئے تو وہاں قبر کا کوئی نام ونشان بھی نہیں پایا۔بہرحال وصل الحبیب الی الحبیب.

مصنف ''النسبۃ الاویسیۃ'' حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین قادریؒ نے اپنی کتاب میں جناب رفیع الدین تابش کا ایک ضمیمہ بعنوان: ''ہندوستان میں اُویسیت'' بھی شامل کیا ہے جس میں مستند دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں حضرت حسن رسول نما دہلویؒ، حضرت مولانا سید شاہ محمد وارث رسول نما بنارسیؒ، حضرت سیدنا مخدوم شمس الدین جنید ثانی پھلوارویؒ اور حضرت پیر مجیب اللہ قادری پھلوارویؒ مقام اُویسیت پر فائز تھے اور انہی نفوس قدسیہ کے توسط سے سلسلہ اُویسیہ یہاں جاری و ساری ہے۔ واضح رہے کہ قمر طلعت حضرت مولانا سید شاہ قمر الدین قادریؒ بن فیاض المسلمین حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ کی نگرانی میں تحریر کئے گئے اس ضمیمہ میں یہ بات بطور خاص کہی گئی ہے کہ:

''اس اُویسیہ کا اثر آپ کے خاندان میں اس وقت تک جاری ہے اور یہ بھی بشارت ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک فقیر ایک عالم آپ کی نسل میں ضرور پایا جائے گا۔''

'' لطف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغمخوارگی آمد ارشاد فرمود بقدر احتیاج تو ترا علم لدنی دادیم و در فرزندان تو مدام علم جاری خواہد ماند''۔

''نسبت اویسی'' پر رضوان من اللہ رب العالمین حضرت مولانا سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری قدس سرہٗ زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ کا بھی ایک مختصر مگر جامع و وقیع مضمون ہے، جس کو آپ نے آستانہ حضرت مولانا رسول نما بنارسی قدس سرہٗ میں منعقد سمینار کے لیے ارقام فرمایا تھا، وہ مضمون رسالہ کی شکل میں طبع بھی ہو چکا ہے، اس میں حضرت نے ''نسبت اویسی'' کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بابرکت ذات تمام اویسیۃ النسبۃ اکابرین کی مقتدا ہے، کیوں کہ آپ کی پہلی ذات ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ظاہری طور پر حاضر ہوئے بغیر اپنی قوی نسبت سے پوری طرح فیضان نبوی ﷺ حاصل کیا، اس لیے بعد میں جو اولیاء کرام باطنی نسبت قائم کر کے براہ راست نبی کریم ﷺ کے فیضان سے متمتع ہوئے وہ اویسی کہے گئے''۔

یوں تو نسبت اویسی کے حامل بہت سے اکابرین گزرے ہیں، مگر حضرت نے عہد قریب کے تین بزرگوں کا تذکرہ فرمایا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''اگلے دور میں بہت سے اکابرین اولیاء اس نسبت کے حامل گذرے ہیں، سب کا ذکر اس وقت مقصود بھی نہیں ہے، قریب کے زمانہ میں دیکھئے! پھلواری میں ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ شمس الدین جنید ثانی قدس سرہٗ بہت قوی نسبت اویسیہ رکھتے تھے، آپ کی ساری تعلیم حضرت نبی کریم ﷺ سے عیاناً و مشافہۃً ہوتی تھی۔ حضرت نے کلام پاک سبقاً سبقاً حضرت نبی کریم ﷺ سے پڑھا تھا۔''

دوسرے بزرگ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’دہلی میں حضرت سید حسن رسول نما قدس سرہٗ بہت مشہور بزرگ گذرے ہیں، جن کو اویسیت کی نسبت اور رسول نمائی کا درجہ حاصل تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ علامہ محدث حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر کے لیے وہ اپنے عہد کے کسی بزرگ سے ملے، جنہوں نے ان کو تعبیر بتائی کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ سید حسن رسول نما کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی توجہ اس دیار دہلی میں ہدایت خلق کی طرف کم ہوگئی ہے۔خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلسلہ اب آپ سے شروع ہوگا— (تفہیمات الٰہیہ)

تیسرے بزرگ جو خانوادۂ مجیبی کے سرخیل سلسلہ ہیں، ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

’’ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام اور رسول اکرم ﷺ کی عنایت وتوجہ کا ہزار دل سے شکرگذار ہونا چاہیے کہ ایک ایسے بزرگ کے دامن تربیت سے وابستہ ہیں، جو اویسی نسبت کے حامل تھے اور مرتبۂ رسول نمائی پر فائز تھے، یعنی حضرت مولانا سید وارث رسول نما قدس سرہٗ وافاض علینا برّہ۔ یہ بھی ایک عجب بات ہے کہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قادری پھلواروی کا سن وفات ۱۰۷۲ھ ہے اور حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کا سن وفات ۱۱۰۳ھ ہے اور حضرت مولانا سید وارث رسول نما کا سن وفات ۱۱۶۶ھ ہے یعنی یہ تینوں اکابر ہم عہد تو نہیں قریب العہد تھے‘‘۔

عصر حاضر میں حضرت سیدنا مخدوم شمس الدین جنید ثانی پھلوارویؒ کی نسل پاک سے ایک جید عالم دین، مفتی شرع متین اور باوقار، متقی و پرہیزگار شخصیت اور صاحب مقامات حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسیؒ وحضرت تاج العارفین سیدنا مخدوم پیر محمد مجیب اللہ قادریؒ کے سچے جانشین حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی مسند ارشاد پر ہمہ وقت موجود ہیں اور اس سلسلہ’’اویسیہ نبویہ‘‘ کی خدمات کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

خیر التابعین حضرت سیدنا اویس قرنی کے مقام ومرتبت اور نسبت اویسیت پر آپ کی بھی ایک گراں قدر تحریر کے چند اقتباسات پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’صحابۂ کرام صرف عاشق رسول ہی نہیں تھے، طالب صادق اور فیض یافتہ بھی تھے، ذات رسالت سے اکتساب فیض کرتے تھے، صحابۂ کرام کے علاوہ بھی بعض ایسی شخصیتیں اس عہد میں موجود تھیں جو ظاہری زیارت وصحبت سے محروم رہیں، اس لئے اصحاب میں شمار نہ ہوسکیں لیکن ان کا روحانی تعلق اور محبت کا قلبی رشتہ اتنا گہرا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان ان کا ذکر فرمایا اور ان کو خیر التابعین قرار دیا۔وہ اہم شخصیت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ ایمان تو لائے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ان کو موقع نہ ملا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت، صحابۂ کرام سے کم نہ تھی، وہ ایسے عاشق زار تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر خیر فرمایا،

ایک عاشق صادق کی اس سے بڑی کامیابی کیا ہوسکتی ہے اور اس سے بڑھ کر خوش بختی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا ذکر محبوب کی مجلس میں ہو"۔

آگے مزید ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت اویس قرنیؓ کو اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری صحبت حاصل نہیں ہوئی مگر ان کو ارتباط خاص اور گہرے تعلق کی بناء پر نبی علیہ السلام سے جو نسبت ملی اور جو فیض ملا وہ صحابہ کرامؓ سے کم نہ تھا اسی لئے بغیر ظاہری صحبت کے فیض نبی علیہ السلام سے آپ کا مستفیض ہونا "ضرب المثل" بن گیا اور صوفیاء کرام کی جماعت میں ہر وہ نسبت نبوی جو بغیر ظاہری صحبت کے حاصل ہو وہ "اویسیت" کے نام سے مشہور ہوگئی اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ نسبت خاص بغیر عشق نبوی کے حاصل نہیں ہوسکتی، کمال محبت، اس نسبت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس نسبت کے حامل بے شمار اولیاء کرامؒ ہوئے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اہل تصوف ہمیشہ اس کے آرزومند رہے ہیں کہ ان کو اویسی نسبت حاصل ہو ؏

شورشِ ویس قرنم آرزوست"

حضرت صاحب سجادہ مدظلہ العالی اپنے اکابرو اسلاف پر نسبت اویسی کے فیضان کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور اس کی عطاء خاص ہے کہ تصوف ومعرفت کے دوسرے خانوادوں کی طرح پھلواری شریف کے عرفانی خانوادہ کو بھی یہ نعمت خداوندی اور عطیہ نبوی ملا کہ یہاں کی متعدد ہستیاں اویسی نسبت کی حامل ہوئیں۔ پھلواری شریف میں بعض کو ظاہری تعلیم بھی حضور نبوی سے ملی اور بعض نے آنحضرت کی جناب میں قرآن کریم سبقاً سبقاً پڑھ کر ختم کیا اس خانوادہ میں سب سے پہلے حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاءؒ (م: ۱۰۷۳ھ) کو یہ شرف حاصل ہوا کہ چشم ظاہر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور قرآن کریم کا درس لیا پھر باطنی تعلیم سے نوازے گئے۔

حضرت مولانا سید وارث رسولنما بنارسی رضی اللہ عنہ (م: ۱۱۶۶ھ) کو جو اویسی نسبت حاصل تھی وہ اس سلسلے کے لئے مخصوص عطیہ نبوی ہے۔ حضرت تاج العارفین اوران کے خلفائے ذوی الارشاد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست جو تعلیمات حاصل ہوئیں اور بارگاہ رسالت میں فائز المرامی ہوئی اس کی یاد قائم ہے اور نقوش محفوظ ہیں۔"

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

تقویٰ کی حقیقت

● مولانا نورالحق رحمانی— استاذ المعہد العالی پھلواری شریف

تقوی دین کی بنیاد اور اس کی اصل غرض وغایت ہے،شریعت کی تمام تعلیمات کا مقصد انسان کو پرہیز گار، ذمہ دار، خدا ترس اور عاقبت اندیش بنانا ہے، دوسری طرف تقوی تمام نیکیوں کی روح اور اس کی مقبولیت کے لئے بنیادی شرط ہے۔ (فائدہ) تقوی کے بغیر کوئی نیکی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوتی اور اس پاکیزہ صفت سے متصف ہونے کے بعد انسان کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے۔ اللہ کے نزدیک انسان کی بزرگی و برتری اور فضیلت وفوقیت کا معیار صرف تقوی ہے نہ کہ حسب نسب، مال و دولت، طاقت وقوت اور جاہ و اقتدار، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں واضح طور پر اس کا اعلان فرمادیا— (حجرات) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں بہت سے سنہرے اصول اور انسانی حقوق کا اعلان فرمایا تھا، اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، مگر تقوی کی بنیاد پر، گویا اسلام میں انسان کی قدر و قیمت، عزت و بزرگی اور فضیلت وفوقیت کا معیار صرف تقوی ہے۔

تقوی کی اہمیت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ قرآن کریم میں ڈھائی سو سے زیادہ مقامات پر اللہ تعالی نے تقوی کا ذکر کیا ہے۔ کہیں کہیں ایک ایک آیت میں دو دو دفعہ، کہیں تین تین دفعہ تقوی کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث پاک کے مجموعہ میں تقوی کی تاکید بڑی کثرت کے ساتھ ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اکثر خطبوں کا آغاز تقوی کے ذکر سے فرماتے اور لوگوں کو تقوی اختیار کرنے کی خاص طور پر تلقین فرماتے۔ نکاح کا خطبہ جو آنحضور ﷺ سے منقول ہے، اس میں تقوی سے متعلق تین آیات ہیں، ایک سورہ نساء کی پہلی آیت، دوسری آل عمران کی آیت (۱۰۲) اور تیسری سورۂ احزاب کی آیت (۵) تقوی ایک ایسی پاکیزہ خصلت ہے، جس کی ضرورت انسانوں کو ہمیشہ اور ہر قدم پر ہے اور اس سے متصف ہونا دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے۔ تقوی انسان پر علم وحکمت کے دروازے کھولتا ہے۔ اس لئے تقوی کا حکم روز اول سے ہے اور سب

کے لئے ہے۔اللہ تعالی نے تمام اولین وآخرین کوتقوی اختیار کرنے کی وصیت کی ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (النساء:۱۳۱)

ترجمہ : اور ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور اسی طرح تم کو یہ وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو۔

تقوی کیا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ تقوی جس کی اسلام میں اتنی زیادہ تاکید آئی ہے وہ کس چیز کا نام ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تقوی یہ ہے کہ انسان دنیاوی مشاغل سے کٹ جائے؟ دن رات عبادت وریاضت میں بسر کرے، گوشہ نشینی اختیار کرلے؟ کیا دنیاوی کام کاج میں لگنا تقوی کے منافی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے، تقوی کے بارے میں یہ غلط تصور ہے، اسلام رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا، انسانوں کو اللہ تعالی نے زمین کی خلافت عطا کی ہے، وہ زمین کی آبادکاری، اس کی تعمیر وترقی، اس کے نظام کو اللہ کے حکم کے مطابق چلانے اور اس میں اپنی مفوضہ ڈیوٹی انجام دینے کا مکلف ہے، اگر وہ دنیاوی مشاغل سے کنارہ کش ہوجائے تو مذکورہ بالا امور کو کیوں کر انجام دے سکتا ہے؟ اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں کو کس طرح پورا کرسکتا ہے؟ اسی طرح انسان کے جو جسمانی تقاضے اور مطالبے ہیں اور قدرت نے اس کی فطرت میں جو قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کی ہیں، عبادت اور دینی خدمت میں یکسوئی کی خاطر ان تقاضوں کو دبانا اور کچلنا اور اپنی طرف سے ان میں کوئی تصرف کرنا نہ صرف یہ کہ تقوی کے منافی ہے بلکہ دین کی روح اور اس کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے اقدام سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، چنانچہ کچھ صحابہ نے جہاد میں یکسوئی کے ساتھ لگے رہنے کی خاطر خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا لیس منا من خصي ولا اختصي ــــ (شرح السنہ) یعنی خصی کرنے والا اور کرانے والا ہماری جماعت سے خارج ہے۔اس طرح وہ صحابہ جو رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے آئے تھے، انہیں جب آپ ﷺ کی عبادت کی تفصیل بتائی گئی تو انہوں نے اسے کم سمجھا اور ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر عبادت کروں گا دوسرے نے کہا میں مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرلوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور متقی ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں تو سن لو کہ جو میری سنت سے منہ موڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے ــــ (بخاری ومسلم)

معلوم ہوا کہ عبادت میں یکسوئی کی خاطر جسمانی تقاضوں کو پامال کرنا اور زندگی کے جائز مطالبات سے کنارہ کشی اختیار کرنا دین وشریعت اور تقوی کے منافی ہے۔

تقوی لغت میں :

تقوی اور وقایہ کے معنی عربی لغت میں بچانے اور حفاظت کرنے کے ہیں، کہا جاتا ہے "وقیت الشئ" جبکہ کسی شئے کو مضرت رساں چیزوں سے بچایا جائے۔ "رجل تقی" وہ آدمی جو عمل صالح کے ذریعہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی سے اور گناہوں سے بچائے۔ (لسان العرب)

تقوی اصطلاح شریعت میں :

شریعت کی اصطلاح میں تقوی اس کا نام ہے کہ انسان اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے تمام احکام واوامر کو بجالائے اور اس کے غیظ وغضب اور عذاب اور پکڑ سے بچنے کے لئے اس کی تمام حرام کردہ چیزوں سے باز رہے، شریعت کے تکلیفی احکام میں فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کی ادائیگی بھی ہے اور ناجائز وحرام اور مکروہ وناپسندیدہ چیزوں سے پرہیز کرنا بھی ہے۔ تقوی کے ذیل میں یہ تمام چیزیں آتی ہیں، تقوی کا پہلا درجہ کفروشرک سے باز رہنا ہے۔ دوسرا درجہ تمام محرمات ومنہیات شرعیہ سے پرہیز کرنا ہے، تیسرا درجہ تمام مشتبہ امور سے بچنا ہے، جیسے کہ حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے، چوتھا درجہ مکروہات سے اجتناب کرنا ہے، پانچواں درجہ تمام فرائض وواجبات کو ادا کرنا ہے، چھٹا درجہ تمام سنن ومستحبات کو ادا کرنا ہے، حتی کہ نوافل کا اہتمام کرنا بھی ہے، ساتواں درجہ یہ ہے کہ ایسے جائز اور مباح امور سے بھی پرہیز کرنا ہے جس سے کسی گناہ اور معصیت میں پڑنے کا خطرہ ہو، جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ بندہ متقیوں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس چیز کی وجہ سے جس میں اندیشہ ہو ایسی چیزوں کو نہ چھوڑ دے، جن میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (یعنی مباح چیزیں)۔

تقوی قرآن میں :

تقوی سے متعلق قرآنی آیات تو بہت زیادہ ہیں، ان میں سے صرف چند آیتیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا کمایا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالی تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ (سورہ حشر:۱۸)

اس آیت میں دو مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر اس تصور اور احساس کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے کہ خدا ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور ہر بات کو سن رہا ہے، تقوی کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے دل میں خدا کا خوف رکھے، اسے ہمیشہ حاضر وناظر سمجھے، آخرت کی فکر کرے اور اپنے آپ کو ایسے اعمال میں لگائے رکھے جو آخرت میں کام آنے والے ہیں، دوسری جگہ فرمایا گیا اور جو شخص اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات

سے باز رکھا تو اس کا جنت ٹھکانا ہے۔ (النازعات: ۴۰-۴۱) اس آیت سے پتہ چلا کہ تقوی یہ ہے کہ انسان کو کل قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں کھڑا ہونے اور اپنی زندگی کے تمام اعمال کا حساب دینے کا احساس ہو اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اس کی خواہشات کی پیروی نہ کرے کہ یہ جہنم کا راستہ ہے، جہنم کو اللہ نے لذات وخواہشات سے گھیر دیا ہے، تو جو شخص خواہشات کی پیروی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور جو خدا سے ڈر کر نفس کو ناجائز خواہشات سے باز رکھے گا، وہ جہنم سے بچ جائے گا۔

یوں تو پوری شریعت پر عمل کرنا اور اللہ اور رسول کے ہر حکم کو بجالانا تقوی ہے، لیکن بعض اعمال وہ ہیں جو اس سلسلے میں اصل اور اساس کی حیثیت رکھتے اور ان سے متصف ہوئے بغیر کوئی متقی نہیں کہلاسکتا، چنانچہ سورہ بقری میں متقیوں کے کچھ صفات وخصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا رخ مشرق ومغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی تو ان کی ہے جو اللہ پر قیامت کے دن پر فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں اپنا مال، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں پر خرچ کریں۔ اور غلاموں کو آزاد کرائیں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور جب کسی سے عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور مصیبت اور تکلیف میں، لڑائی کے وقت صبر کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور ایسے ہی لوگ متقی ہیں۔ (سورہ بقرہ: ۱۷۷)

اس آیت میں متقیوں اور سچے مسلمانوں کی اہم صفات بیان کی گئی ہیں، جن میں سے کچھ چیزیں ایمان وعقیدے سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری اہم صفت ان کی یہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے میں بخل نہ کریں، بلکہ رشتہ داروں اور تمام لاچار، مجبور وبےکس افراد کی مدد کریں۔ دین کے تقاضوں پر بھی مال خرچ کریں۔ نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، وعدہ وفا کریں، عہد وپیمان پر قائم رہیں اور تنگی ومصیبت کے وقت بےصبری سے کام نہ لیں، بلکہ پوری طرح ثابت قدم رہیں۔ قرآن کریم کی دوسری آیت میں بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، نیکیوں کے کام میں سبقت کرنے، تنگی اور فراخی دونوں حال میں مال خرچ کرنے، غصہ پی جانے، لوگوں کا قصور معاف کرنے اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کو متقیوں کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ (آل عمران)

اسی طرح سورہ بقرہ کے شروع میں فرمایا گیا کہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے، پھر متقی کون لوگ ہیں، ان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو آخری رسول اللہ ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب اور شریعت پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی جانے والی کتابوں اور شریعتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ (بقرہ۔ آیت: ۳، ۴) سورۂ ذاریات (۱۶-۱۸) میں ان کے صفات میں احسان کرنا، راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھنا اور بوقت سحر استغفار کرنا ذکر کیا گیا ہے۔

تقوی حدیث میں :

حضرت ابو ذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کر لو وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔۔۔۔(ترمذی، کتاب البر)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان جہاں کہیں رہے اللہ سے ڈرتا رہے، چاہے وہ خلوت میں ہو یا جلوت میں، گھر میں ہو یا باہر میں، سفر میں ہو یا حضر میں، اپنوں میں ہو یا پرایوں میں، مسجد میں ہو یا بازار اور مارکیٹ میں، بس اور ٹرین سے سفر کر رہا ہو یا ہوائی جہاز اور راکٹ کے ذریعہ فضاؤں میں اڑ رہا ہو، ہمیشہ اسے یہ احساس ہونا چاہئے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے، میری ہر حرکت اس کے سامنے ہے، وہ میرے چشم و ابرو کے اشارے اور دل کے مخفی ارادوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔ اس لئے رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں صبح اور شام اور ہر وقت خدا سے ڈرتا رہے اور اپنے تمام اعضاء و جوارح پر کڑی نظر رکھے کہ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ خاص طور پر قلب و نظر اور زبان کی حفاظت ضروری ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ بندہ اللہ تعالی سے صحیح معنوں میں ڈرنے والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔۔۔۔(ابن کثیر)

دوسرا حکم حدیث میں یہ دیا گیا کہ کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی کر لے، وہ گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ مالی صدقہ و خیرات کرنا بھی بڑی نیکی ہے اور صدقہ خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اسی طرح سے توبہ و استغفار بھی بڑی نیکی اور گناہ کا کفارہ ہے، کلمہ ایمان کا ورد و اقرار بھی عظیم نیکی ہے، تیسرا حکم یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا جائے، حسن اخلاق بھی تقوی کا لازمی ثمرہ ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں دنیا کے فتنوں سے اور عورتوں کے فتنوں سے بچنے کی خاص طور پر تلقین کی گئی ہے، ”فاتقوا الدنیا واتقوا النساء“ نواسہ رسول حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات محفوظ رکھی ہے کہ اس چیز کو چھوڑ دو جو خلش اور خلجان میں ڈالے، صحیح چیز طمانیت بخشتی ہے اور غلط چیز شک اور خلجان میں ڈالتی ہے۔۔۔۔(مسند احمد، ترمذی)

اسی طرح وابصہ بن معبد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے نفس سے پوچھو، اپنے قلب سے سوال کرو، (یہ تین مرتبہ فرمایا) نیکی وہ جس پر تمہارا نفس اور قلب مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور شک اور تردد پیدا کرے، خواہ لوگ تمہیں اس کے جائز ہونے کا فتوی دیں۔۔۔۔(احمد، دارمی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس چیز پر دل مطمئن نہ ہو بلکہ شک، تذبذب، تردد اور خلش اور خلجان ہو ایسی چیزوں سے پرہیز کریں، خواہ مفتی نے اس کے جواز کا فتوی دیدیا ہو۔ جب تک دل کو اطمینان نہ ہو، وہ قابل ترک ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا

کہ جوشخص مشتبہ امور سے پرہیز کرلے اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو مشتبہ امور میں پڑ گیا وہ حرام میں واقع ہوگیا۔"فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام"۔۔۔(صحیحین)

تقوی علمائے سلف کے اقوال کی روشنی میں :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تقوی کی تفسیر یوں بیان کی ہے"أن يطاع فلا يعصى ويذكر فلا ينسى ويشكر فلا يكفر"۔۔۔(ابن کثیر) تقوی یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کا ذکر کیا جائے، اسے فراموش نہ کیا جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی ناشکری نہ کی جائے۔امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقوی کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابی نے جواب میں فرمایا، کیا آپ کبھی ایسے راستے سے نہیں گزرے ہیں جس میں کانٹے ہوں؟ حضرت عمر نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی ایسی راہ سے بارہا گزرہوا ہے۔ حضرت ابی نے پوچھا کہ ایسے موقع پر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا"شمرت واجتهدت"یعنی میں نے اپنا دامن اچھی طرح سمیٹ لیا اور کوشش کرکے اور بچ بچا کر نکل گئے۔حضرت ابی نے فرمایا یہی تو تقوی ہے۔پس تقوی یہ ہے کہ انسان اس دنیا سے اس طرح گزر جائے کہ اس کا دامن گناہ ومعصیت کے کانٹوں میں نہ الجھے۔

قرآن وحدیث اور علمائے سلف کی تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ شریعت کے مقرر کردہ حدود پر قائم رہنے کا نام تقوی ہے، تقوی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں اللہ کی عظمت اور اس کا خوف رکھے، اللہ کی نگرانی اور آخرت کی جواب دہی کا ہمیشہ احساس ہو اور زندگی کے تمام معاملات میں خواہ ان کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے ہو، معاشرتی زندگی سے ہو یا کاروباری زندگی سے، حکومت وسیاست سے متعلق امور ہوں یا بین الاقوامی تعلقات ومعاملات، سب میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کو پیش نظر رکھے اور ان کی ہدایات کے مطابق قدم اٹھائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کا ضروری علم حاصل کرے۔اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق جانے اور انہیں شریعت کے دائرہ میں رہ کر ادا کرے۔پاکیزہ اخلاق واعمال سے اپنی زندگی کو سنوارے اور تمام اخلاق رذیلہ، اعمال سیئہ اور اوصاف ذمیمہ سے پرہیز کرے۔کھانے پینے اور کسب معاش کے ذرائع اختیار کرنے میں حلال وحرام کا پورا خیال رکھے اور کسی معاملے میں شریعت کے خلاف قدم نہ اٹھائے، تقوی میں گناہوں سے بچنے کو نیکی کرنے سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

تقوی کے فوائد و برکات :

قرآن وحدیث میں تقوی کے بے شمار فوائد ومنافع ذکر کئے گئے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) متقی انسان کے لئے اللہ تعالی ہر مشکل، تنگی اور پریشانی سے نکلنے کا راستہ نکالتے ہیں۔وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ ۔۔۔(الطلاق)

(۲) اسے ایسی جگہوں سے رزق دیتے ہیں کہ جس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ —(الطلاق:۳)

(۳) ان کے کاموں کو سہل اور آسان بنا دیتے ہیں۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ۔(الطلاق)

(۴) ان کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ —(الطلاق،۵)

(۵) ان کے اعمال خیر کا اجر وثواب بڑھا دیتے ہیں۔ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝۵ —(الطلاق)

(۶) تقویٰ علم کی بڑھوتری اور ترقی کا سبب ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۚ — (البقرہ:۲۸۲)

(۷) تقویٰ اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۶ —(آل عمران)

(۸) متقیوں کو اللہ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝۱۲۸ —(النحل)

(۹) اہل تقویٰ کو اللہ تعالیٰ حق و باطل، خیر وشر اور حلال وحرام کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت اور بصیرت عطا کرتے ہیں۔ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا —(الانفال:۲۹)

(۱۰) اہل تقویٰ اولیاء اللہ ہیں جن کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ غم، بلکہ دنیا وآخرت میں کامیابی کی بشارت ہے، گویا تقویٰ کی رعایت کرنے سے انسان ولایت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۶۳ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ —(یونس: ۶۴)

(۱۱) تقویٰ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا — (مریم:۷۲)

(۱۲) تقویٰ جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۳ —(مریم)

(۱۳) آخرت میں اللہ کی رحمت متقیوں کے لئے خاص ہے۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ —(الاعراف:۱۵۶)

(۱۴) قیامت کے دن فوقیت متقیوں کو حاصل ہوگی۔ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ — (البقرہ:۲۱۲)

(۱۵) متقیوں کے لئے اللہ تعالیٰ آسمان وزمین سے برکت نازل کرتا ہے۔ وولَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف:۹۶)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ایک جائزہ

● ڈاکٹر قاضی عبد الوارث — نیو عظیم آباد، کالونی، پٹنہ۔ ۶

ریاست بہار کے دار السلطنت پٹنہ میں ایک قصبہ پھلواری شریف واقع ہے۔آج سے تقریباً ساڑھے چھ سو سال قبل یہ ایک عام قصبہ تھا، جہاں حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری قدس سرہٗ کے حکم سے ان کے خلیفۂ اجل حضرت مخدوم منہاج الدین راستی گیلانی قدس سرہٗ کا ورود مسعود ہوا، پھر حضرت حاجی الحرمین، حضرت خاصہ خلاصہ، مخدوم بدر الدین بدر عالم قمیصی وغیرھم اولیاء وصالحین بھی آباد ہوئے اور اپنے اپنے چشمہ ہائے علوم وعرفان سے خلق خدا کو سیراب کرتے رہے، اسی قصبہ پھلواری شریف میں مخدوم زماں، آفتاب طریقت، تاج العارفین حضرت سیدنا شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ بھی پیدا ہوئے اور ان کے برکت انفاس، ریاضات ومجاہدات اور علوم ظاہری و باطنی کی تاثیر سے وہ خطۂ ارض رشک جنت بن گیا، انھوں نے تعلیمات باطنی و فیوضات روحانی کو عام وتام کرنے کے لیے ۱۱۲۴ھ میں ایک خانقاہ کی تاسیس فرمائی اور علوم ظاہری کی ترویج واشاعت کی غرض سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔اس خانقاہ کو آج خانقاہ مجیبیہ اور مدرسہ کو دار العلوم مجیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔حضرت علیہ الرحمہ نے جس خلوص وللہیت سے اس عرفانی پھلواری کی داغ بیل ڈالی، اسی کا نتیجہ تھا کہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس نے ایسے ایسے نونہالان چمن پیدا کئے جن کی خوشبو چہار دانگ عالم میں پھیل گئی۔اسے نہ صرف ریاستی بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر قبولیت عام حاصل ہوئی اور حصول علم ومعرفت کے دیوانے گوشے گوشے سے اس مرکز علم وعرفان سے فیضیاب ہونے لگے۔اس خانقاہ کے خانوادوں نے عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ اس خانقاہ کی علمی و روحانی فضا کو وسیع کرنے میں اپنی گراں بہا خدمات انجام دیں جس کے نتیجے میں اس وسیع وعریض خانقاہ کی عمارت میں کئی شعبہ جات قائم ہیں۔یہاں ایک عظیم لائبریری ہے جس میں خانقاہ کے بزرگوں کی تحریریں مخطوطات اور مطبوعات کی شکل میں

محفوظ ہیں اور باذوق حضرات کو دعوت مطالعہ دیتی ہیں۔ یہاں ایک شعبہ نشر واشاعت کا بھی ہے جس کے ذریعہ امّت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کے لئے خانقاہ کے بزرگوں کی تصنیفات زیورطبع سے آراستہ کر کے منظرعام پر لائی جاتی ہیں۔

خانقاہ مجیبیہ کی قدیم روایات کے مطابق یہاں کے سجادہ نشین خلوت نشین ہو کر عبادت وریاضت میں مشغول رہتے ہیں اور معرفت وقرب الٰہی کے اعلیٰ مدارج طے کرنے کے ساتھ ساتھ سوز دروں کے متلاشی افراد کو بیعت وخلافت کے ذریعہ ان کی تربیت روحانی کرتے ہیں۔علم وعرفان کی اس قندیل کو روشن رکھنے کے ساتھ ساتھ امت کی ہدایت اور صحیح رہنمائی کی غرض سے وقتاً فوقتاً تحریری اور تصنیفی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔

خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشینوں کی اس طویل فہرست کی موجودہ نشانی زیب سجادہ جناب حضور حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری زادمجدہٗ کی ذات بابرکات ہے جو اپنی بزرگی اور علم وفضل میں اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ ہیں۔اپنی خلوت نشینی میں مراقبہ، ورد ووظائف میں مشغول رہتے ہوئے بھی دارالعلوم کی سرپرستی، لائبریری کے رکھ رکھاؤ، دارالاشاعت کے کاموں کی نگرانی اور خانقاہ سے شائع ہونے والے سہ ماہی رسالہ ''المجیب'' کی سرپرستی فرماتے ہیں۔اپنی ان گوناگوں مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ کے رشحات قلم سے نادرونایاب تحریریں بھی وقتاً فوقتاً منصۂ شہود پر آتی رہتی ہیں جو آپ کے نابغۂ روزگار ہونے کا ثبوت ہیں اور اس کا اعتراف اکثر ہم عصر علماء فضلا اور اہل قلم حضرات نے ان کی تصنیفات کا مطالعہ کر کے کیا ہے۔

ابھی حال ہی میں آپ کی ایک گرانمایہ تصنیف ''خلافت وملوکیت اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ'' کے عنوان سے زیورِطبع سے آراستہ ہو کر منظرعام پر آئی ہے جسے دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف نے شائع کیا ہے۔مذکورہ تصنیف ۴۲۰ صفحات پر محیط ہے۔

عنوان کے اعتبار سے یہ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّے میں خلافت وملوکیت سے بحث کی گئی ہے اور دوسرے حصّے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت، آپ کی شخصیت، کردار، دعوتی وعلمی کارنامے اصلاح اُمّت کے لئے اٹھائے گئے اقدامات وفرامین، خشیت الٰہی کے ساتھ ساتھ حاجت مندوں کی حاجت روائی دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

مذکورہ تصنیف کے ان دو اہم حصّوں کو دس ابواب میں منقسم کیا گیا ہے جن میں سے چار ابواب میں خلافت وملوکیت کے موضوع سے بحث کی گئی ہے اور بقیہ چھ ابواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ابتدائی دور، خاندان، حسب ونسب، تعلیم وتربیت، مدینہ کی گورنری وغیرہم کے بارے میں بیش قیمت معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ہر باب میں ذیلی عنوانات بھی قائم کئے گئے ہیں تاکہ عنوان سے متعلق عام قاری تک صحیح اور مستند معلومات بہم پہنچائی جاسکیں۔خلافت کی تعریف قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے کی گئی ہے۔چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔اس لئے باری تعالیٰ کی طرف سے انبیاء ومرسلین کو زمین پر خلیفہ بنا کر

بھیجا گیا تا کہ وہ قوانین الٰہی کو نافذ کریں لیکن قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے نام کا بھی بطور خلیفہ ذکر آیا ہے۔متعدد انبیاء و رسل کے بعد خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفۂ اعظم مقرر کئے گئے اور چونکہ آپ کے بعد انبیاء کے نزول کا خاتمہ ہو گیا اس لئے اب یہ خلافت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جلیل القدر صحابہؓ میں منتقل ہوئی۔

خلافت کے اس موضوع کی قرآن اور احادیث کے متعدد حوالوں سے وضاحت کی گئی ہے۔کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ متعدد احادیث کے ذریعہ بارہ خلفاء کا جو ذکر آیا ہے اس میں مسئلہ اثناء عشری کو بھی مدلل طریقہ سے حل کیا گیا ہے۔مصنف کی تحقیقی نگاہ نے اس ضمن میں حضرت فرد الاولیاء شاہ ابوالحسن فرد کے ''رسالہ در مسئلہ ائمہ اثناء عشر'' بہ زبان فارسی کو بعینہٖ نقل کرتے ہوئے اس کا آسان اور عام فہم اردو زبان میں ترجمہ بھی عام قارئین کی سہولت کے لئے پیش کر دیا ہے۔اس مسئلہ پر دوسرا حوالہ حضرت فیاض المسلمینؒ حضرت شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہٗ العزیز کے تفصیلی مقالہ بعنوان ''مسئلہ خلافت'' سے دیا ہے۔جس میں متعدد احادیث کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ناموں کا ذکر ترتیب و تواتر کے ساتھ آیا ہے پھر حضرت موصوف نے بارہ خلفا کے بارے میں متعدد احادیث کی روشنی میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد ملوکیت اور جبر و استبداد کا زمانہ آئے گا اور پھر خلافت کا اعادہ ہوگا اور اس طرح قیامت قائم ہونے تک بارہ خلفاء آئیں گے۔مسئلہ اثناء عشری کے سلسلے میں وضاحت کرتے وقت مصنف موصوف کی ژرف نگاہی نے اس کی جزئیات کو بھی احاطۂ تحریر میں شامل کیا ہے۔چنانچہ ترمذی شریف کی ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد خلافت راشدہ کی کل مدّت تیس سال ہوگی۔حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مصنف موصوف نے بتایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی مدّت میں چھ ماہ کی کمی رہ جاتی تھی یہ قلیل زمانہ حضرت امام حسن علی جدہٖ وعلیہ السلام کے حصّے میں آیا۔اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بعد انہی کے ہاتھ پر بیعت لوگوں نے کی تھی تو اس واقعہ اور حساب سے خلافت راشدہ کے تمام ہونے تک جو تیس سال گزرے اس میں پانچ خلیفہ ہوئے اور خامس خلیفۂ راشد کا نام بھی مل گیا۔اس کے بعد ملک عضوض کا آغاز ہے جیسا کہ سعید کے قول کے جواب میں حضرت سفینہؓ نے بنی امیہ کے دعوائے خلافت کی تکذیب کرتے ہوئے ان کے ملوک ہونے کو بتایا۔

خلافت کے معاملے میں جب امیر معاویہ اور حضرت امام حسنؑ کے درمیان اختلاف ہوا تو مصلحت اندیشی کے تحت حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان کے ساتھ صلح نامہ کیا جس پر دو آدمیوں کے دستخط تھے۔اس صلح نامہ کو مع اردو ترجمہ مصنف موصوف نے کتاب میں نقل کیا ہے۔اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ نے امام ہمام علیہ السلام کی خدمت میں ایک سادہ کاغذ پر اپنا دستخط کر کے بھیجا کہ اس میں وہ جو شرط چاہیں لکھ دیں۔ان شرطوں کو بھی مع اردو ترجمہ کتاب میں نقل کر دیا گیا ہے—— (ص: ۱۶۱-۱۶۲) تاریخ شاہد ہے کہ استخلاف یزید کے وقت ان شرطوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں تحقیقی انداز سے مؤرخین کی ان رایوں اور اعتقادات کی بڑی خوش اسلوبی سے تردید کی گئی ہے جو عوام الناس میں رائج ہوگئی ہیں۔مثال کے طور پر جن مؤرخین نے یزید کو خلیفہ کے طور پر پیش کیا ہے اس کی تردید کے لئے عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادریؒ کی گرانمایہ اور مستند کتاب ''یزید حقائق کے آئینے میں'' سے جا بجا حوالے پیش کئے ہیں اور سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کے واقعات سے لے کر مدینہ منورہ پر فوج کشی اور حرم نبوی کی پامالی اور بے حرمتی تک کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ بلا شبہ یزید خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں تھا۔

خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور کے اختتام پر ملوکیت کا دور دورہ شروع ہوا اس دور میں عوام الناس کے درمیان انتشار وخلفشار، بدامنی، خوف و ہراس کا ماحول اور قومی عصبیتوں کا عروج ہونے لگا۔شورائیت کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بنیاد تھی۔ بادشاہت اور سلطانی میراث پدر ہوگئی ۔ اموی سلطنت کے حکمرانوں نے قیصر وکسریٰ کے تعیش پرستانہ طرز زندگی کو اپنالیا اور قانون الٰہی کی بالادستی کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ملوکیت کے اس دور میں بیت المال کا سابقہ تصور گم ہوگیا اور اسے قوم کی امانت سمجھنے کے بجائے بادشاہ کی ذاتی ملکیت سمجھا جانے لگا۔اس دور کے حکمراں اپنے عیش اور سرمستی کی خاطر بے دریغ اس میں جمع رقم کو خرچ کرنے لگے ۔اس دور میں اظہار رائے کی آزادی سلب کر لی گئی اور ہر شخص خوف و ہراس کی زندگی جینے لگا۔ یہاں تک کہ اصحاب رائے نے بھی مصلحت کے تقاضوں کے مدنظر خاموشی اختیار کر لی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مفہوم کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا کہ اگر حق کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو اس کے خلاف طاقت کا استعمال کرو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کو بُرا کہو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اسے بُرا سمجھو جو ایمان کی سب سے کمزور قسم ہے ۔اس دور ملوکیت میں عدلیہ کی آزادی بھی پوری طرح سلب کر لی گئی۔اور قانون الٰہی کے بجائے سلطان کے ذریعہ اپنے مفادات میں بنائے گئے قوانین کو نافذ کرنے کا حکم دیا گیا۔

دور ملوکیت کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اچانک امید کی ایک کرن پھوٹی، یہ کرن حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شکل میں ظاہر ہوئی جو چھ سال کی مختصر مدّت میں ہی سارے اقصائے عالم اسلام پر چھا گئی جنھوں نے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر چل کر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو دوبارہ قائم کیا اور عمر ثانی کے لقب سے موسوم ہوئے۔

زیر نظر تصنیف کے باب پنجم سے لے کر باب دہم تک خلیفۂ سادس حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی سیرت سے بحث کی گئی ہے ۔ان ابواب میں آپ کے خاندان، حسب ونسب، تعلیم وتربیت، مدینہ کی گورنری کا دور، اس دور میں حرم نبوی کی توسیع اور تزئین وآرائش کے کارنامے نیز آپ کے متعلق اجنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر بن خطابؓ کے خواب کے ذریعہ پیشین گوئیاں تفصیل سے اور بڑے ہی دلچسپ انداز میں پیش کی گئی ہیں جو عام قاری کے لئے معلومات بھی ہیں اور مستند حوالوں سے پیش کی گئی ہیں ۔

آپ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کا واقعہ بھی بڑے دل پذیر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔خلافت کی ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ اس منصب کی طلب نہ ہو۔سلیمان بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے متعلق خود اپنے قلم سے ایک وصیت تحریر کی اور اسے ایک لفافہ میں بند کر کے رجاء بن حیوٰۃ کے حوالے کیا اور کہا کہ خاندان بنو امیہ کے تمام افراد کو جمع کرو اور اس وصیت نامہ پر ان سے بیعت لو۔جب بیعت لے کر رجاء سلیمان کے پاس واپس آئے تو سلیمان نے وصیت نامہ کی طرف اشارہ کر کے جو رجاء کے ہاتھ میں تھا، کہا کہ اس میں میں نے جسے خلیفہ بنایا ہے۔اس کی بیعت کرو اور اس کے مطیع رہو۔یہ سُن کر سب نے دوبارہ بیعت کی (بحوالہ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری) سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب لفافہ کھولا گیا تو ''معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے تو اِدھر خود عمر بن عبدالعزیز حیران وششدر رہ گئے۔ادھر سلیمان کا بھائی ہشام بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کرنے سے انکار کرنے لگا۔رجاء نے اسے تنبیہ کی کہ خاموشی سے بیعت کر لے ورنہ تیری گردن اُڑا دوں گا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور منبر پر لا کر بٹھا دیا''۔۔۔(ص:۲۲۱)

مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ کے اندر حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہوئیں جب ان کے لئے شاہانہ سواریاں لائی گئیں تو آپ نے انہیں واپس کر دیا اور کہا کہ میری سواری کے لئے میرا خچر کافی ہے۔آپ کی سواری کے آگے جب کوتوال نیزہ لے کر چلنے لگا تو اسے بھی یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں اور میرا خدا خود میرا محافظ اور نگہبان ہے۔ اپنی خلافت کے دور میں انہوں نے متعدد کارہائے نمایاں انجام دیئے۔سب سے پہلے شاہی عطیات کے ذریعہ ملی ہوئی اپنی ساری جائدادیں واپس کیں اور تمام عمال اور حکام کو جائداد مغصوبہ ان کے مستحقین کو واپس کرنے کا فرمان جاری کیا۔خلافت راشدہ کے دور کے بیت المال کا تصور دوبارہ بحال کیا۔

''جب آپ کو اطمینان ہوگیا کہ آپ کی خلافت سے کسی کو اختلاف نہیں ہے اور سب راضی ہیں تو آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے فصیح وبلیغ خطبہ دیا جس میں حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد تواضع وانکساری، احساس ذمہ داری، تقویٰ وخشیت خداوندی، موت وآخرت، ترک دنیا وتوکل علی اللہ اور اصلاح معاشرہ کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔دوران خطبہ اپنی حیثیت کو واضح کیا اور خلیفۂ اسلام کی حیثیت اور اس کے مرتبہ کو بیان کیا جس کو اموی حکمرانوں نے ملوکیت میں گم کر دیا تھا۔''خطبہ کا اہم حصہ تاریخ الخلفاء، ۱/۲۰۱ کے حوالے سے کتاب مذکور میں درج ہے''۔۔۔(ص:۲۲۵-۲۶۶)

آپ کے عہد خلافت کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ نے اپنے جد کریم خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کی روش اختیار کی اور اپنے کارناموں سے ان کے عہد خلافت کو زندہ کر دکھایا۔اس سلسلے میں آپ نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کو ایک مکتوب روانہ کیا جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں نظام خلافت اور اصلاح معاشرہ سے متعلق تمام فرامین جمع کر کے ان کی خدمت میں روانہ کئے جائیں تا کہ وہ اپنے دور میں اسی نہج پر امور خلافت کی ذمہ داریاں

نبھائیں۔آپ کے عظیم کارناموں کے مدنظر بعض مؤرخین آپ کے عہد خلافت کو خلیفۂ دوم کے عہد خلافت سے اہم سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے زمانے کے بعض اکابر آپ کے کارناموں کو حضرت عمر فاروقؓ کے کارناموں سے افضل سمجھتے تھے۔خود حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کے جملے سے بھی یہ افضلیت ظاہر ہوتی ہے۔مصنف موصوف نے بڑے ہی مدلل طریقے سے اس ابہام کو رفع کیا ہے۔—(ص: ۲۴۴ تا ۲۴۶)

اسی طرح باب ششم میں ’’باغ فدک کا معاملہ‘‘ کے عنوان سے صفحہ ۲۶۶ سے صفحہ ۲۸۴ تک اس مسئلہ پر مختلف احادیث وروایات کی روشنی میں تحقیقی انداز اختیار کرتے ہوئے تمام اشکال اور ابہام کو رفع کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے جو نہ صرف لائق ستائش ہے بلکہ مصنف کے مدلل انداز بیان کی بہترین نمائندگی کرتی ہے۔

باب ہفتم میں اہل بیت اطہار سے محبت کے ساتھ ساتھ بنوامیہ کے ذریعہ اہل بیت کی شان میں گستاخیوں کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ذریعہ اس لعنت ودشنام کا خاتمہ کرنے کی سعی کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ’’جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو سختی سے اس کی ممانعت کی اور اپنے تمام عمال کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ: حضرت علیؓ اور اولاد علیؓ کی شان میں کہیں بھی کوئی گستاخی نہ ہو پائے اور لعن وطعن کی جگہ آیت کریمہ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ پڑھی جائے۔چنانچہ اس وقت سے آج تک خطبہ میں یہ آیت کریمہ پڑھی جاتی ہے۔‘‘(تاریخ الخلفاء،ص۔۲۰۱) کتاب مذکور میں صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۱ اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اس گرانمایہ تصنیف سے رشد وہدایت کے چشمے بھی پھوٹے ہیں۔ملاحظہ ہو:

> ’’دنیا کے لوگوں نے وہ منظر بھی ملاحظہ کیا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے وفات کے وقت اپنے گیارہ لڑکوں کو اپنے رب کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی اور دولت مند کر دیا اور ہشام بن عبدالملک نے اپنے گیارہ لڑکوں کو اچھی حالت میں چھوڑ کر انتقال کیا تو وہ امیر سے غریب ہو گئے۔علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ منصور نے عبدالرحمن بن قاسم سے کہا کہ کچھ نصیحت کیجئے انہوں نے کہا کہ جو میں نے سنا ہے ان میں سے یا جو میں نے دیکھا ہے ان میں سے؟ منصور نے کہا کہ جو آپ نے دیکھا ہے وہ بتائیے۔انہوں نے کہا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کا وصال ہوا تو اس وقت ان کے گیارہ لڑکے تھے اور ان کا ترکہ سترہ دینار تھا۔پانچ دینار تکفین میں لگ گئے دو دینار میں قبر کی جگہ خریدی گئی باقی ان کے درمیان تقسیم ہو گیا، ہر بیٹے کو نو درہم ملے۔‘‘

جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو اس کے بھی گیارہ بیٹے تھے اس کے ترکے کی تقسیم کے بعد ہر بیٹے کو دس دس لاکھ ملا۔پھر عبدالرحمن بن قاسم نے فرمایا:

ترجمہ: میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن میں سو گھوڑوں پر سامان لاد کر صدقہ کر رہا تھا۔ جب کہ میں نے ہشام بن عبدالملک کے ایک بیٹے کو دیکھا جسے لوگ صدقہ دے رہے تھے——

(ص:۴۰۶ تا ۴۰۷)

مختصر لفظوں میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ادبی، فنی اور صنفی اعتبار سے خلافت راشدہ سے لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور تک کی ایک جامع اور مکمل تاریخ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے سیرت، تذکرہ اور سوانح کے درجے میں بھی بخوبی رکھا جاسکتا ہے۔ اس میں پیش کردہ مواد محققانہ اور تحقیقی انداز فکر لئے ہوئے ہیں۔ اس میں کئی متنازعہ فیہ مسئلوں کو بھی اُٹھایا گیا ہے لیکن ان کی وضاحت اور صراحت میں ہر جگہ معتدل اور عادلانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے جو اس خانقاہ کا عام مزاج اور طرۂ امتیاز رہے۔ اکابرین اور علما و فضلا کے حوالے دیئے گئے ہیں جن میں اس خانقاہ کے اسلاف کی تصنیفات اور مقالات بھی شامل ہیں۔ یہ اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ مصنف موصوف کا وسیع مطالعہ ہے اور بیسیوں کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد موزوں اور مناسب حوالہ جات احاطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر حوالے فارسی اور عربی میں ہیں جن کا سلیس، آسان اور عام فہم اردو زبان میں ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اگر ایک طرف اعلیٰ ذوق کے حامل قارئین کی دلچسپی اور ان کے ذوق کی تسکین کا باعث ہے تو دوسری طرف عام قاری کی معلومات میں اضافہ کر رہی ہے۔ انداز بیان اتنا دلچسپ ہے کہ قاری اس کی سحر انگیزی میں گم ہو جاتا ہے اور اس کی ورق گردانی کرتے وقت اس پر معلومات کے نئے نئے گوشے منکشف ہوتے جاتے ہیں۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ''المجیب''، میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں——(ادارہ)

کتاب کا نام :	نقوش آگہی (مجموعہ مقالات و مکتوبات)	مصنف :	وارث ریاضی
صفحات :	۳۳۲	سن اشاعت :	۲۰۲۱ء
قیمت :	۳۰۰/روپئے	تبصرہ نگار :	بدر احمد مجیبی
رابطہ :	کاشانۂ ادب، سکٹا (دیوراج) مغربی چمپارن		
ناشر :	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۶	مطبع :	روشان پرنٹرس دہلی ۶
ملنے کے پتے :	دارالمصنفین اکیڈمی، اعظم گڑھ، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، بک ایمپوریم سبزی باغ، پٹنہ وغیرہ		

جناب مولانا وارث ریاضی صاحب ممتاز عالم اور صاحب قلم ہیں۔ وہ صلاح و دیانت کے ساتھ سادگی و متانت کا نمونہ ہیں۔ اچھے اور بامقصد شاعر بھی ہیں۔ ان کی متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جن میں شعری مجموعہ ''حرف آرزو'' اور مجموعہ مقالات ''نقوش افکار'' ہے اور ایک مجموعہ ''نقوش آگہی'' بھی ہے جو پیش نظر ہے۔ یہ وارث ریاضی صاحب کے مقالات و مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ متعدد کتابیں زیر طباعت اور زیر ترتیب بھی ہیں۔

''نقوش آگہی'' جناب وارث ریاضی صاحب کے مقالات، اہل علم و ادب و اہل کمال کے نام ان کے مکتوبات اور ان کی کتاب ''نقوش افکار'' پر اہل علم کے تبصروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا انتساب انہوں نے دارالمصنفین کے ترجمان ''معارف'' کے نام کیا ہے جو ان کے تحقیقی ذوق اور دارالمصنفین سے گہرے ربط پر دلیل ہے۔ کتاب کا مقدمہ ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی کے قلم سے ہے۔ اس کے بعد مولانا عمیر الصدیق ندوی (دارالمصنفین اعظم گڑھ) کے قلم سے ایک دلکش تحریر ہے جس میں مصنف کتاب اور کتاب پر دل نشیں اسلوب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے مضامین تین حصوں میں تقسیم ہیں۔ پہلے حصے میں مقالات ہیں۔ اس میں درج ذیل مقالات ہیں۔

(۱) جگر مرادآبادی کی شاگردی کا مسئلہ حقیقت کے آئینے میں (۲) عمرہا باید کہ مرد پختہ کار آید چنیں (۳) مولانا سید نظام الدینؒ کی شاعری: ایک تجزیاتی مطالعہ (۴) بہار کی ایک قدیم دینی درس گاہ (۵) درست گفت محدث کہ قوم از وطن است (۶) استدراک (۷) سرہند شریف کا ایک مبارک سفر (۸) کیسے ہوتے ہیں وہ خط جن کے جواب آتے ہیں۔

پہلے مقالہ میں انہوں نے جگر مرادآبادی کے استاذ شاعری والے متنازعہ مسئلہ کو بہت خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ دوسرا اور تیسرا مقالہ مولانا سید نظام الدین صاحبؒ (امیر شریعت) سے متعلق ہے جو وارث ریاضی صاحب کے محبوب استاذ تھے۔ دوسرے مقالہ میں ان کی شخصیت پر اور تیسرے مقالہ میں ان کی شاعری پر اچھا مواد جمع کیا گیا ہے۔ چوتھا مقالہ میں حفظ و تجوید کی ایک قدیم درس گاہ مدرسہ قرانیہ سمرا سے متعلق ہے۔ پانچواں مقالہ اور چھٹا مقالہ متحدہ قومیت سے متعلق ہے جو ایک زمانے میں بہت متنازعہ رہا ہے۔ جناب وارث ریاضی صاحب نے بہت خوبی سے اس کی پوری وضاحت کی ہے۔ علامہ اقبال کے رجوع کا تذکرہ کیا ہے۔ ساتواں مقالہ سرہند شریف کے سفر کے بارے میں ہے۔ جس میں سفر کے حالات کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے کچھ حالات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اچھا معلوماتی مضمون ہے۔ آٹھواں مقالہ مشہور ادیب و ناقد پروفیسر جگن ناتھ آزاد سے مراسلت کے بارے میں ہے۔ یہ بھی دلچسپ اور اچھا مضمون ہے۔

مجموعہ کا دوسرا حصہ مکاتیب سے متعلق ہے۔ متعدد مشاہیر علم و ادب کو مصنف نے مختلف اوقات میں جو خطوط لکھے ہیں ان کو یہاں جمع کیا ہے۔ مکتوب الیہم مسرور حسین، جگن ناتھ آزاد، عطا عابدی، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، ف س اعجاز، خلیق انجم، مولانا عمیر الصدیق ندوی، پروفیسر ریاض الرحمن شیروانی، خورشید اکبر، ابرار رحمانی ہیں۔

مجموعہ کا تیسرا حصہ جناب وارث ریاضی صاحب کی کتاب ''نقوش افکار'' پر رسائل و جرائد کے مدیران و دیگر اہل علم و ادب کے تبصرے سے متعلق ہے۔ اس میں چودہ تبصرے ہیں۔

جناب وارث ریاضی صاحب کا انداز بیان سلیس اور واضح ہے، ان کی تحریر میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہوتی۔ بہت مدلل انداز میں اپنی بات کہتے ہیں جس سے قاری متاثر ہوتا ہے۔ ان کی تنقید میں بھی بہت توازن واعتدال ہے۔ اختلاف اپنے استاذ سے بھی کرتے ہیں مگر محبت واحترام کے ساتھ۔ تحقیق میں ان کے دلائل پڑھنے سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور اس کی گہرائی و گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے انداز تحریر کا ایک نمونہ قارئین کے سامنے پیش ہے۔ وہ جناب عطا عابدی صاحب کو خط میں لکھتے ہیں:

> ''اب یہ ذمہ داری نئی نسل کی ہے کہ وہ ادبی روایات سے صرف نظر کئے بغیر مطالعہ، محنت و ریاضت اور دقت نظر سے کائنات کی نئی جہت کا ادراک اور حیات کے نئے رخ کو روشن کرے۔ زندگی کے سمندر میں غوطہ لگا کر انمول موتیوں کا سراغ لگائے اور تغیر پزیر حالات وواقعات کے پیش نظر نئے درد و کرب اور نئی مسرت و انبساط کے نغموں کو ساز ادب پر

اس انداز و آہنگ سے چھیڑے کہ ذوقِ عمل اور ذوقِ جمال کی تسکین کے ساتھ تہذیب و اخلاق کے رباب کا کوئی تار ٹوٹنے نہ پائے۔ اس طرح نئی نسل دنیائے شعر و ادب میں اہم مقام پیدا کرسکتی ہے لیکن نئی نسل کی ٹریجڈی یہ ہے کہ اس نسل کے اکثر شاعر و ادیب کی آنکھوں پر یا تو نرگسیت کا دبیز پردہ ہے جس کے باعث انہیں دن کے اجالے میں بھی بزرگ نسل کا ادبی و شعری اثاثہ ناقابلِ التفات نظر آتا ہے یا ان میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اپنی زبان کے شعری و ادبی کارناموں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کرسکیں''۔ (ص ۲۱۱)

میں نے جناب وارث ریاضی صاحب کی کتاب ''نقوش افکار'' تو نہیں دیکھی مگر اس کتاب میں درج اس پر تبصروں سے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ ''کتاب نقوش آگہی'' بھی اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے اور علم و ادب کے شائقین کی میز پر موجود رہے۔ کتاب کی کمپوزنگ و طباعت بہت عمدہ ہے۔ کمپوزنگ کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

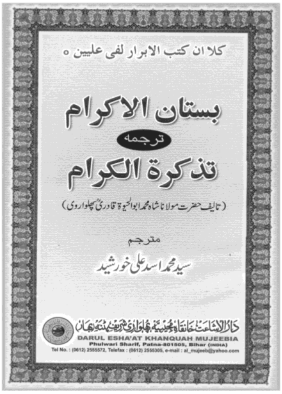

بستان الاکرام

ترجمہ

تذکرۃ الکرام

(تالیف حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوۃ قادریؒ پھلواروی المتوفی: ۱۲۷۶ھ)

مترجم

ڈاکٹر سید محمد اسد علی خورشید

''بستان الاکرام'' خانوادۂ مجیبیہ کے ایک ذی وقار عالم حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادری قدس سرہٗ کی دو سو سالہ پرانی فارسی تصنیف ''تذکرۃ الکرام'' کا اُردو ترجمہ ہے، جسے ڈاکٹر سید محمد اسد علی خورشید شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے سلیس اور عام فہم انداز میں پیش کرکے ترجمہ نگاری کا بہترین حق ادا کیا ہے اور بہار کی خانقاہوں کے بزرگان دین کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے سہولت فراہم کی ہے۔

یہ کتاب ایک مستند تاریخی دستاویز ہے، جس میں خانقاہ مجیبیہ کے تمام بزرگوں کے تذکرے اور ان کے مختصر حالات موجود ہیں۔

ساڑھے پانچ سو صفحات کی بہترین طباعت سے آراستہ — اس کتاب کی قیمت محض -/300 روپے ہے، دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی طلب فرما کر معلومات میں اضافہ کریں۔

رابطہ : 7903953313 ,+91-7250433562

قند پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

مدام از چشم جادو یت ز جانم رسم و رہ بادا ❁ فدایت ہمچو من از لشکرِ جاں صد سپہ بادا
بہر تخت دلاں در حسن اے جاں بادشہ بادا ❁ ترا بر ہر رواق دیدہ دل جائے گہ بادا
بہ پیش حسن تو خوبانِ عالم سر فرو آرند ❁ ز تاب روئے تو شرمندہ تاب مہر و مہ بادا
چو شاہاں سر فراز از آستانت اند تا محشر ❁ غلام گرد مہر رفعت تو عزّ و جہ بادا
کمان ابرویت برکش رہا کن تیر مژگانت ❁ بہر سو ہمچو من صد صید حسنت در نگہ بادا
گرفتارانِ بند جعد مشکینت ہزار انند ❁ مگر بر تو اسیر انت نگہ در ہر گرہ بادا
اسیر موئے پیچانت نباشد رستہ از مویت ❁ کہ در ہر حلقۂ مویت گرہ بر ہر گرہ بادا
دعائے مستمر وقت سحر از من ہمیں باشد ❁ درونِ سینہ ام تو گہ درونِ دیدہ گہ بادا
فروغ حسن طال اللہ ترا اے نازنین باشد ❁ مدام از عاشقاں آبادئ ایں بارگہ بادا
اگر ذوق فنا گرد د کسے آں میکدہ گیرد ❁ وگر ذوقِ بقا باشد بکنج خانقہ بادا
بداں در خدمتِ نیکاں اگر ہستند بخشیدہ ❁ مدام ایں فیض لطفش در طفیل بے گنہ بادا
تو باشی شادماں بروسعت لطفش چناں اے دل ❁ کہ نے یاد گنہ نے فکر در عذرِ گنہ بادا
مرا تو مہرباں باشی چہ خوف از نقش معصیت ❁ ترا زور قلم بر صفحۂ نامہ سیہ بادا

شراکِ پاکِ نعلینش چو شد ہر رشتۂ جانت ❁ نشانِ پائے میمونش چو خواہی خاکِ رہ بادا
توسط در عمل خوشتر ز کنجِ زہدائے زاہد ❁ گہے در میکدہ گہ مسجد و گہ خانقہ بادا
بدہ ساقی مرا مینا بہ مینا خم بہ خم امشب ❁ الٰہی موسمِ خوش ابرِ نیساں تہ بہ تہ بادا
من آن رند قدح نوشم کہ ہر ہر قطرۂ بادہ ❁ بجام آخرین بس تندائے ساقی ز تہ بادا
مرا مستی ہنوز از بادہ ات ساقی نمی از رو ❁ کہ کیف گردش پیمانہ اکنون از نگہ بادا
طلوعِ صبحِ گردان دیدہ را از روئے تابانت ❁ قبولِ خاطرِ او التجائے صبح گہ بادا
گرفتم دامن تو راہ و منزل گرچہ دشوار است ❁ ز ہر جا بگذرم از رہ مرا تو شمعِ رہ بادا
بنازِ عشقِ خواہانِ تو بر افلاک خیمہ زد ❁ ز دودِ آتشِ غم دشمنانت روسیہ بادا
بفیض مصرعۂ طرح جناب حضرت جامیؔ ❁ ندا آمد کہ در نظمِ کلامت بادشہ بادا
گدائے اقتباسِ نورِ بدرِ حق شدی ثاقبؔ ❁ دعائے مستجاب آنندروز مہر و مہ بادا

بنہ آئینۂ دل سوئے آں مہرِ وفا ثاقبؔ
کہ فائز در طلب ہر لحظہ ات زاں جلوہ دہ بادا

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

- حضرت مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہٗ
- ترجمۂ منظوم : مولانا محمد عاصم قادری ـــــ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف

یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام
بر درت این بار با پشت دوتاہ آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا موی سفید من نگر
گر چہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ ام
آن نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو بہ راہ آوردہ ام
عجز بی خویشی و درویشی و دلریشی و درد
این ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام
دیو رہزن در کمین نفس و ہوا اعدای دین
زین ہمہ با سایہ لطفت پناہ آوردہ ام

ترجمۂ منظوم (نعت شریف)

یا شفیع المذنبیں بار گناہ لایا ہوں میں
آپ کے در بوجھ با پشتِ دوتاہ لایا ہوں میں
چشم رحمت کھولیے مو کی سفیدی دیکھیے
گرچہ یوں شرمندگی سے روسیاہ لایا ہوں میں
یہ نہیں کہتا؛ کہ سالوں آپ کی رہ میں رہا
ہوں وہ گمرہ کہ ابھی ہی رو براہ لایا ہوں میں
عجز بے خویشی و درویشی و دل ریشی و درد
آپ کی چاہت کے دعوے پر گواہ لایا ہوں میں
دیو رہ زن، نفس و خواہش سے بچانے خود کو اب
آپ کی شفقت میں امید پناہ لایا ہوں میں

گر چہ روی معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام
بستہ ام بر یکدگر نخلی ز خارستان طبع
سوی فردوس برین مشتی گیاہ آوردہ ام
دولتم این بس کہ بعد از محنت و رنج دراز
بر رحیم آستانت می نہم روئے نیاز

گر چہ گستاخی سے میری، معذرت کا منہ نہیں
کر کے گستاخی زبانِ عذر خواہ لایا ہوں میں
نخل خارستان طبعی کچھ کو یک جا باندھ کر
سوئے فردوس بریں کچھ گیاہ لایا ہوں میں
یہ ہے دولت بس کہ بعد از محنت و رنج دراز
آپ کے اس مہرباں در پہ رکھوں روئے نیاز

* * * * * * * * * * * *

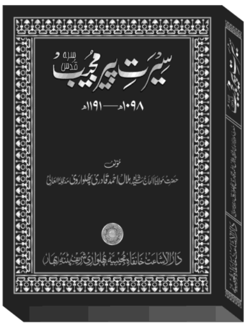

سیرتِ پیر مجیب قدس سرہ

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

خانوادۂ مجیبیہ کے ایک نکتہ سنج، دقیقہ رس، ذی وقار عالم عمدۃ المتوکلین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانیٔ خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے علمی و عرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد و ہدایت، تربیت و تزکیۂ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات و تصرفات، خلفاء و مجازین اور ہم عصر علماء و مشائخ کے حالات نہایت احسن پیرایے میں تحریر کیے گئے ہیں ۔یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادر و نایاب کتب و رسائل اور قلمی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے ۔یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات و حالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین و مستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے ۔پوری کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں ۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے ۔اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے ۔دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے ۔

رابطہ : +91-7250433562, 7903953313

ابیاتِ یومِ عاشور

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

بیا بگری کہ عاشور است امروز ❁ جہاں تاریک و بے نور است امروز
حسینی کو نبی را نور دیدہ است ❁ بدست خصم مقہور است امروز
خدا! ایں چہ غضب؟ جانِ پیمبر ❁ فتادہ بے سر و گور است امروز
کہ آں پروردۂ آغوشِ نبویؐ ❁ بہ کربل حیف! مہجور است امروز
کریمے کہ زمانہ در پناہش ❁ بدست ظلم مجبور است امروز
بریدہ حلق و تشنہ لب، جگر خوں ❁ سر از تن، تن ز سر دور است امروز
رخِ چوں آفتابش اے دریغا ❁ بہ میغ تیغ مستور است امروز
دلِ آیتؔ فقط نہ غمزدہ است
ہمہ عالم بہ رنجور است امروز

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

غزل

(حضرت امیر مینائیؒ (۱۸۲۸م ۱۹۰۰) کی اس غزل سے متأثر ہو کر)

امیر ایسی کہاں قسمت کہ پہنچوں اڑ کے پھولوں تک
کبھی چاکِ قفس سے جھانک لیتا ہوں گلستاں کو

● وارث ریاضی — کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

ترستے ہیں دل و جاں رونق صحنِ گلستاں کو ❁ بسایا ہے جنونِ شوق نے جب سے بیاباں کو
لگا لیتا ہوں ہونٹوں سے کبھی خارِ مغیلاں کو ❁ الجھتا ہوں کبھی دیوانگی میں جیب و داماں سے
دعا دیتا ہوں میں دل سے اسی غارت گرِ جاں کو ❁ کیا برباد جس نے حسن کی دل کش اداؤں سے
کچل ڈالا ہے اس نے ہنس کے میرے دل کے ارماں کو ❁ نہ پوچھو! بے بسی کا منظرِ اندوہ گیں یارو!
توقع پر اسی، دل میں چھپا رکھا ہے عصیاں کو ❁ کرم اس کا غضب سے آگے بڑھ جائے گا محشر میں
بڑی محنت سے خونِ دل سے سینچا تھا گلستاں کو ❁ نہ جانے کیوں چمن والوں نے ہم کو اجنبی سمجھا
بچا رکھا ہے میں نے فتنۂ دنیا سے ایماں کو ❁ نہ واعظ ہوں، نہ زاہد ہوں، نہ میں شیخِ حَرَم لیکن
نمایاں کر دیا ہم نے مذاقِ علم و عرفاں کو ❁ پڑھا کر اہلِ دنیا کو سبق اسرارِ حکمت کا

انہیں سے ہے فروزاں آرزوؤں کا جہاں وارثؔ
خدا رکھے سلامت، رنج و غم ہائے فراواں کو

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................................کچھ دوسروں کی

مسلم پرسنل لاء بورڈ کا اجلاس اور صدر کا انتخاب :

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا ایک اہم اجلاس مدھیہ پردیش کے شہر اندور میں ۳، ۴ جون ۲۰۲۳ء کو منعقد ہوا۔ بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی وفات کے بعد صدر کا عہدہ خالی ہوگیا تھا۔ درمیان میں دو نائب صدر مولانا شاہ فخرالدین اشرف کچھوچھہ شریف اور مولانا جلال الدین عمری (سابق امیر جماعت اسلامی ہند) بھی انتقال کر چکے تھے۔ ایک سکریٹری جناب ظفریاب جیلانی بھی وفات پاچکے تھے۔ اس لئے اس اجلاس کا خاص ایجنڈا عہدہ داران کا انتخاب تھا۔ اجلاس بہت کامیاب رہا۔ تمام ارکان بورڈ کے اتفاق سے بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب صدر منتخب ہوئے۔ جناب شاہ خسرو پاشا (سجادہ نشین گلبرگہ) اور جناب سعادت اللہ حسینی (موجودہ امیر جماعت اسلامی ہند) نائب صدر بنائے گئے۔ مولانا فضل الرحیم مجددی (جے پور) جنرل سکریٹری بنائے گئے۔ تین نئے سکریٹری مزید بنائے گئے مولانا سید بلال عبدالحی حسنی (ناظم ندوۃ العلماء)، مولانا یسین علی عثمانی (بدایوں) اور مولانا احمد ولی فیصل رحمانی (موجودہ امیر شریعت)۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو وقت کے چیلنجز کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلامی شریعت اور مسلمانوں کی خدمت کی سعادت نصیب کرے۔ خانقاہ مجیبیہ کی طرف سے بورڈ میں نمائندہ مولانا شاہ بدر احمد مجیبی نے بہ حیثیت رکن اساسی اس اجلاس میں شرکت کی۔

ٹرین کا ہولناک حادثہ :

اڈیشہ کے بالاسور میں ٹرین کا اتنا بڑا اندوہناک حادثہ ہوا جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ایک ساتھ تین ٹرینوں کا تصادم ہوا۔تصاویر اور ویڈیو میں ٹرینوں کے ڈبے تاش کے پتوں کی طرح بکھرے نظر آرہے ہیں ۔ہلاک ہونے والوں کی صحیح تعداد حکومت نے چھپادی،بہت مختصر تعداد کا ذکر کیا جارہا ہے ۔زخمیوں کی تعداد ایک ہزار بتائی جارہی ہے ۔جب کہ اعداد وشمار اس سے بہت زیادہ ہیں ۔وزیر اعلی بنگال محترمہ ممتا بنرجی نے مرکزی حکومت پر لاشوں کو غائب کرنے کا الزام لگایا ہے جو بظاہر حقیقت پر مبنی نظر آتا ہے ۔اس ایکسیڈنٹ کی حقیقت کا پتہ لگانے کی ذمہ داری مرکزی حکومت نے سی بی آئی کو دی ہے ۔اس پر بھی اپوزیشن کو اعتراض ہے ۔اپوزیشن نے ریلوے کے مرکزی وزیر سے استعفاء کا مطالبہ بھی کیا ہے مگر طاقت کے غرور میں حکومت نے اس کو قابل اعتناء نہیں سمجھا۔ابھی تک اس حادثہ کی حقیقی وجہ سامنے نہیں آئی ہے ۔اس حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کے غم میں ہم سب شریک ہیں اور ان کے سوگواروں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں ۔بعض مسلم تنظیموں نے موقع پر پہنچ کر کافی کام بھی کیا ہے ۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ کی وفات :

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم،مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اللہ کے حضور پہنچ گئے ۔ ۲۱/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۲۳ء کو انہوں نے تقریبا ۹۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۔

آپ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تربیت پائی تھی ۔ان کی حیات میں بھی ان کے نائب کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۔بعد میں ان کے جانشیں ہوئے ۔اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔اخلاص وللہیت سب سے نمایاں وصف تھا۔

آپ کا ابتدائی عمر سے ہی ندوۃ العلماء سے گہرا تعلق رہا،وہاں پڑھا،پڑھایا،مختلف شعبوں کے ذمہ دار ہوئے،مہتمم ہوئے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد سے ندوۃ العلماء کے ناظم کی حیثیت سے اس کو ترقی دینے کی کوششوں میں مصروف رہے ۔تقریبا بیس سال تک مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر کی حیثیت سے بھی آپ کی خدمات رہیں ۔ رابطہ عالم اسلامی کے رکن تاسیسی اور رابطہ ادب اسلامی کے صدر بھی تھے ۔مرشد ومربی کی حیثیت سے بھی آپ کی شہرت تھی ۔ہزاروں افراد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ تھے ۔آپ علم وفضل اور صلاح وتقوی کے ساتھ حلم وتدبر اور سادگی وفروتنی میں اسلاف کے نمونہ تھے ۔سیرت وسوانح،عربی ادب،جغرافیہ،سماجیات اور مختلف علوم وفنون پر آپ کی درجنوں کتابیں ہیں ۔

اللہ تعالی نے آپ کو طویل وقت تک اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کا موقع دیا۔آپ برابر اس میں مصروف

رہے، اس سلسلے میں اسفار بھی ہوتے رہتے تھے۔آخر میں چند سال سے علالت ومعذوری کی وجہ سے اسفار بند ہو گئے تھے۔ درازی عمر کے باوجود ہوش وحواس مکمل برقرار تھے۔ اللہ تعالی نے مبارک مہینے میں اپنے پاس بلالیا۔آپ کی وفات پر ہندوستان بلکہ عالم اسلام سوگوار ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان سے گہرے روابط تھے،حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ساتھ اوران کی وفات کے بعد بھی متعدد بار یہاں تشریف لائے تھے۔حضرت صاحب سجادہ مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے آپ کی وفات کے بعد ایک تعزیتی مکتوب بھی ارسال فرمایا تھا۔اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین

مدیر المجیب شاہ فتح اللہ قادری کی اہلیہ کی وفات :

خانوادہ مجیبیہ اور خانقاہ کے متعلقین اس سال رمضان المبارک میں ایک بڑے حادثہ سے دو چار ہوئے۔سجادہ خانقاہ مجیبیہ حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے چوتھے چچا اور المجیب کے مدیر پروفیسر شاہ فتح اللہ قادری صاحب کی اہلیہ محترمہ کی رمضان کے آخر عشرہ میں وفات ہوئی۔وہ جناب مولانا شاہ شرف الحسن قادری مدظلہ کی بڑی صاجنرادی تھیں۔کچھ عرصہ سے علیل چل رہی تھیں۔علاج برابر جاری تھا۔مگر وقت موعود آپہنچا اور وہ سب کو رنجیدہ چھوڑ کر شب جمعہ ۲۲/رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۲۳ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوگئیں۔مرحومہ بہت نیک اورعبادت گزار تھیں۔صلاح وتقوی سے آراستہ تھیں۔خوش اخلاقی وملنساری ان کی خاص صفت تھی۔اللہ تعالی نے رمضان کا مبارک مہینہ اور جمعہ کی رات عطا فرمائی۔دوسرے روز جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہوئی،حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے نماز پڑھائی اور باغ مجیبی میں تدفین عمل میں آئی۔

سوگواروں میں ضعیف والدین کے علاوہ ان کے شوہر، تین صاجنرادیاں،ایک صاجنرادے ابوالحسن قادری اور خانوادہ کے تمام لوگ ہیں۔بڑی صاجنرادی مولانا شاہ منہاج الدین قادری کی اہلیہ ہیں۔اللہ تعالی مرحومہ کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے، جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین۔کارکنان المجیب اس رنج وغم میں اپنے مدیر محترم کے ساتھ شریک ہیں۔

معمولات خانقاہ بماہ محرم الحرام :

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے عاشورہ کے دن حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قل ہوتا آرہا ہے۔ ۱۰/محرم الحرام یوم عاشورہ نصف النہار کے وقت قل ہوتا ہے اور قل کے بعد فضائل امام ہمام ومختصر ذکر شہادت ہوتا ہے اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھے جاتے ہیں۔

اس کے بعد فاتحہ وایصال ثواب پر محفل اختتام پذیر ہوتی ہے۔

۲۴؍محرم الحرام کو حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیاء مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے۔ ۲۴؍کی شب میں اور ۲۴؍کے دن میں قل ومحفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ صفر المظفر :

۵؍صفر المظفر عرس حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد عبد الحق قادری پھلواروی قدس سرہٗ شب ۵؍روز ۵؍کو قل اور مجلس ہوتی ہے اور اسی دن عصر کے بعد حزب البحر کا نصاب دیا جاتا ہے اور لوگ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ یہ خصوصیات عہد پاک حضرت اقدس فیاض المسلمین قدس سرہٗ سے ہے۔

۱۶؍صفر المظفر عرس حضرت بدر الکاملین فیاض المسلمین امیر شریعت شیخ الطریقت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۱۵؍صفر دن گزار کر شب ۱۶؍روز ۱۶؍کو قل ومجلس ہوتی ہے۔

۲۹؍صفر المظفر حضرت سیدنا امام ہمام امام حسن مجتبیٰ علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرس مبارک ۲۹؍کی شب میں قل ومحفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف :

۱۱؍و ۱۲؍ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے— جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

شب ۲؍ربیع الاول وروز ۲؍ربیع الاول کو قل ومحفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۱؍ربیع الاول کی آخر رات میں پونے چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۳) ۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت ومدح ومیلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذوالمنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔

(۴) ۱۲؍ربیع الاول کی آخر رات میں پونے چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر

اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک،بعدہٗ آخری قل وفاتحہ۔

(۵) ۱۲؍ربیع الاول کونماز ظہر ڈھائی بجے بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت،تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

(۶) آثارشریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)

نوٹ : ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثارشریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت،نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات ومراسم،بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳؍ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ—۱۳؍دن گزار کر شب ۱۴؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷؍ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶؍دن گزار کر شب ۲۷؍وروز ۲۷؍کو قل ومجلس ہوتی ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام وپتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec. 2022) لکھا رہے،اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2022 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۲ء میں ختم ہوگئی ہے،آپ کے ذمہ ۲۰۲۳ء کا زرتعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں۔جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں— تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : **1271488319**, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**

IFSC Code : **CBIN-0282779**

Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

—سرکولیشن منیجر

Saima Publication

مسودے دیجئے..................................کتابیں لیجئے

صائمہ پبلی کیشن کی اہم مطبوعات

ن ش	کتاب کا نام	مصنف/ترتیب	سال اشاعت	قیمت	کتاب ملنے کا پتہ
۱	سلسلۂ وہم وگماں	قنبر علی	۲۰۲۲	۲۵۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۲	غیاث احمد گدی کا جہانِ افسانہ	ڈاکٹر سید عرفان ضیاء یوسف	۲۰۲۲	۴۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳	مغزل المعانی	جامع سید شہاب الدین	۲۰۲۳	۲۰۰	خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۴	آسان نماز (اردو، ہندی)	مرتب محمد شرف عالم	۲۰۲۳	۹۰/۱۰۰	سائبان پبلی کیشنز، پٹنہ
۵	دریچہ	سلطان شمسی	۲۰۲۳	۱۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۶	رہنمائے حج	سید شاہ حسن مانی ندوی	۲۰۲۳	--	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۷	اورادِ شرفی	سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی	۲۰۲۲	۱۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۸	حسن مانی	خانقاہ پیر دمڑیا، بھاگلپور	۲۰۲۲	--	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۹	نغمۂ اسرار	حضرت مولانا سید شاہ غلام حسن منعمی	۲۰۲۲	۱۰۰	دارالاشاعت خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۱۰	گنج لایفنی	حضرت مولانا سید شاہ غلام حسن منعمی	۲۰۲۲	۴۰۰	خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۱۱	بکھرے اوراق	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	۲۰۲۲	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۴
۱۲	جھیل آکاش پرندہ	منیر سیفی	۲۰۲۲	۴۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۱۳	سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں سماجی ونفسیاتی حقائق	ایس اشرف الدین	۲۰۲۱	۳۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۱۴	قومی مثنوی	شیخ احمد علی کیفی بہاری ترتیب پروفیسر نقی محمد	۲۰۲۱	۲۰۰	دارالاشاعت سلسلہ، خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۱۵	نکات نقش فصوص	مخدوم شاہ منعم پاک، خانقاہ منعمیہ، پٹنہ	۲۰۲۱	۲۰۰	خانقاہ منعمیہ، پٹنہ
۱۶	اسباب نجات	مخدوم شاہ منعم پاک، خانقاہ منعمیہ، پٹنہ	۲۰۲۱	۲۰۰	خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۱۷	ذکر نظیر	ڈاکٹر سید محمد آصف اختر	۲۰۲۱	۶۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۴
۱۸	خیال میرا سانچے میں ڈھل کے	عبدالقیوم رومانی	۲۰۲۱	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۱۹	شمعیں جو گل ہوگئیں	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	۲۰۲۱	۲۵۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۴
۲۰	آبشار غزل	غلام صمدانی (ندیم جعفری)	۲۰۲۱	۳۵۱	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۲۱	شکیلہ اختر کی افسانہ نگاری	ڈاکٹر سعدیہ افروز	۲۰۲۱	۲۰۰	سعدیہ افروز، گولک پور، پٹنہ۔۶
۲۲	شکستہ تحریریں	ڈاکٹر معصوم رضا امرتھوی	۲۰۲۱	۲۰۰	معصوم ایجوکیشنل سوشل ویلفیئر ٹرسٹ، سرون چکائی، جموئی
۲۳	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور تحریک امارت	مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری	۲۰۲۰	۵۰	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار
۲۴	ملت اسلامیہ کے مسائل وقضایا علامہ شبلی اور ان کے معاصر شعراء کے کلام	ڈاکٹر سید شاہ تقی الدین احمد فردوسی ندوی منیری	۲۰۲۰	۵۰	صائمہ پبلی کیشن پٹنہ
۲۵	ایک بے مایہ کا سفر حج	مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری	۲۰۲۰	۳۰۰	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار
۲۶	عبقریۃ العلامتہ السید سلیمان ندوی	سید شاہ تقی الدین احمد فردوسی	۲۰۲۰	۱۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۲۷	یادیں (اول)	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	۲۰۲۰	۳۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۲۸	القول السد ید لدفع المتعصب العنید	مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری	۲۰۱۹	۲۰۰	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار
۲۹	سیادت علم	ڈاکٹر محمد واسع ظفر	۲۰۱۹	۱۵۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳۰	اسلامیات (مختصر معروضی جانکاریاں)	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن/احمد بدر	۲۰۱۹	۱۲۰	دارالاشاعت سلسلہ، خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی
۳۱	اردو شاعری میں سماجی سیاسی شعور کا ارتقاء	ڈاکٹر مصلح الدین	۲۰۱۹	۳۰۰	نعمت اللہ ایجوکیشنل سوسائٹی، سطان گنج، پٹنہ
۳۲	الخطبات النافعہ للعیدین والجمعہ	مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری	۲۰۱۹	--	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار
۳۳	کرب آگہی	حسن نواب حسؔن	۲۰۱۹	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳۴	درد کے ساگر میں	ڈاکٹر معصوم رضا امرتھوی	۲۰۱۸	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳۵	احمد یوسف کا افسانوی سفر	ڈاکٹر عرفان ضیا یوسف	۲۰۱۸	۵۵۰	عرفان ضیا یوسف، صدر گلی، پٹنہ سٹی ۸۰۰۰۰۸
۳۶	برجستہ دوئم	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	۲۰۱۷	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳۷	اندھیرے اجالے	حسن جبیں شکیل	۲۰۱۶	۲۴۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۳۸	پنجڑے کا قیدی	ڈاکٹر قمر جہاں	۲۰۱۵	۳۰۰	معرفت محمد بدرالحسن، گمٹی نمبر ۳، بھیکن پور، بھاگلپور
۳۹	اردو کی شخصی مرثیہ نگاری میں چکبست اور محروم کا حصہ	ڈاکٹر مسعود عالم	۲۰۱۴	۲۵۰	ڈاکٹر مسعود عالم، عالم ویلا نجمی لین، کنگھیا ٹولہ، پٹنہ سیٹی
۴۰	سہیل عظیم آبادی بحیثیت صحافی	ڈاکٹر محمد جاوید احمد	۲۰۰۹	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۴۱	برجستہ اول	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	۲۰۰۷	۱۵۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۔۴
۴۲	عالم ربانی	ابو محمد احمد عمر	۲۰۲۳	۲۰۰	قائد ملت ٹائمس، ماچھی پور، بھاگلپور (بہار)

احمد مارکیٹ، لنگر ٹولی، دریاپور، پٹنہ۔۴ رابطہ: 8987063281

ISSN 2320-8600 The ALMUJEEB Quarterly

Vol.No. :63 April to June 2023 Sl.No. : 02

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی دو نئی پیش کش

خانوادۂ مجیبی کے بزرگ عالم دین، ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات، اسلامی ادب کے ترجمان
حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو اہم و گراں مایہ تصنیف:

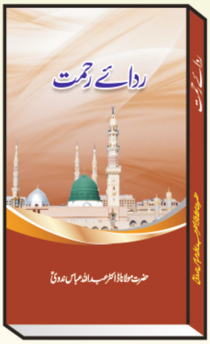

ردائے رحمت

قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ بردہ کی اردو میں شرح و ترجمانی

قیمت مجلد: -/250 غیر مجلد: -/200 روپے

دوسری اشاعت اور

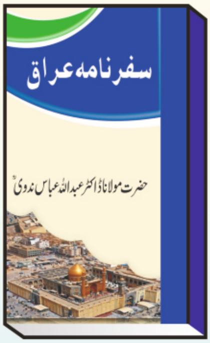

سفرنامہ عراق

حضرت مصنف کی خود نوشت روداد

قیمت: -/50 روپے

پہلی بار عمدہ کاغذ اور خوبصورت طباعت کے ساتھ

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

دونوں کتابوں پر جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے گراں قدر تقدیمات شامل ہیں۔

خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کر کے استفادہ کر سکتے ہیں۔

رابطہ: +91-7250433562, 7903953313

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)